علمی، فکری اور نظریاتی جدوجہد کا امین

نقیبِ طلبہ

اسلام آباد

News Letter

MSO

جلد نمبر 16 | مئی، جون 2024 | شمارہ نمبر 9

ایڈیٹر

عبدالرؤف چوہدری

مجلسِ مشاورت

مولانا جہان یعقوب
(ایڈیٹر اخبار المدارس کراچی)

مولانا عبدالقدوس محمدی
(مذہبی سکالر)

سمیع ابراہیم
سینیئر اینکر پرسن و پریزیڈنٹ بول نیوز

رانا طاہر محمود
سینیئر تجزیہ نگار، سابق ایڈیٹر اے آر وائی

عبداللہ حمید گل

متین خالد
(مصنف و مؤلف)

عبدالستار اعوان
(صحافی و کالم نویس)

عظمت علی رحمانی
(کالم نگار و صحافی)

محمود الحسن

فیصل جاوید خان
(صحافی)

مولانا عبدالرازق

عبدالباسط غفران

مجلسِ ادارت

شہزاد احمد عباسی

دانش مراد

مولانا محمد احمد معاویہ

مفتی تنویر احمد اعوان

قانونی مشیر

ملک مظہر جاوید ایڈووکیٹ
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

نیاز اللہ خان نیازی
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

فہرست مضامین

	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
1	درس قرآن وحدیث	ادارہ	1
2	جامعہ میں آمد مبارک ہو	ادارہ	3
3	عفان کے عثمان رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام	محمد عمر عابد	4
4	ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	حمزہ صفدر	6
5	فلسفہ قربانی	حسن عتیق	8
6	مزدوروں کے حقوق کے حقیقی علمبردار	زاہد جمیل	10
7	اللہ کا احسان، ایٹمی پاکستان	مولانا طارق نعمان گڑنگی	12
8	تربیت کے قرآنی اصول	شیخ الحدیث مولانا یوسف خان	15
9	غزوہ احد	عتیق الرحمن	18
10	تعلیمی اداروں میں کام کیسے کریں؟	فیصل محمد زئی	20
11	اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مفتی عبدالرازق	21
12	آن لائن صحافت کورس	عبدالرؤف چوہدری	24
13	تربیتی کنونشن: ضرورت اہداف اور مقاصد	شعبہ تربیتی امور ایم ایس او	25
14	ایک اذان، 22 شہداء	حکیم شاکر فاروقی	27
15	فلسطین، آپ تو جذباتی ہو گئے	آصف محمود	29
16	اور کارواں بنتا گیا	عمر فاروق	31

سرکولیشن مینیجر عمر فاروق

قیمت فی شمارہ
-/60 روپے صرف

naqeebetalaba.isb@gmail.com

+92 311 4233952

@Naqeeb_tulaba

Disigned by: Shakir Online Designing Shop

مینارہ نور

ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کے ہاں ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت اور نہ خون، بلکہ (اللہ کے ہاں تو) تمہارا تقوی پہنچتا ہے۔

(الحج)

جوامع الکلم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہا کہتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا کہ: یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قربانی تمہارے ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ پوچھا گیا ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے اون کے متعلق فرمایا: اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔

(مسند احمد)

حمد باری تعالی

نہیں خلق ہی میں یہ غلغلہ ، تیری شان جلّ جلالہ
سرِ عرش بھی ہے لکھا ہوا تیری شان جلّ جلالہ
تیری ذات مالکِ کُن فکاں، تیری ذات خالقِ اِنس و جاں
تیرے دَر کے شاہ بھی ہیں گدا ، تیری شان جلّ جلالہ
تیرا نام پاک دَوائے دل ، تیرا ذِکر پاک غذائے دل
تیرا شُکر کِس سے ہُوا اَدا ، تیری شان جلَّ جلالہ
ہے کرِیم تُو ہے رَحِیم تُو ، ہے علیم تُو ہے قدیم تُو
ہے مُحال حَصر صِفات کا ، تیری شان جل جلالہ
ہے زمانے بھر پہ کرم تِرا ، بھرے کیوں زمانہ نہ دَم تِرا
دَرِ فیض خَلق پہ ہے کُھلا ، تیری شان جلّ جلالہُ
میرے دل کو صَبر و قَرار دے ، میرے بِگڑے کام سنوار دے
مُجھے ہے تِرا ہی اِک آسرا ، تیری شان جلّ جلالہ
نہیں خَلق ہی میں یہ غلغلہ ، تیری شان جل جلالہ
سَرِ عَرش بھی ہے یہ لکھا ہوا ، تیری شان جل جلالہ

شاعر: امیر مینائی

شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دل و نگاہ کی دنیا نئی نئی ہوئی ہے
درود پڑھتے ہی یہ کیسی روشنی ہوئی ہے
میں بس یونہی تو نہیں آگیا ہوں محفل میں
کہیں سے اذن ملا ہے تو حاضری ہوئی ہے
جہانِ کن سے ادھر کیا تھا، کون جانتا ہے
مگر وہ نور کہ جس سے یہ زندگی ہوئی ہے
ہزار شکر غلامانِ شاہِ بطحا میں
شروع دن سے مری حاضری لگی ہوئی ہے
بہم تھے دامنِ رحمت سے جب تو چین سے تھے
جدا ہوئے ہیں تو اب جان پر بنی ہوئی ہے
سر اٹھائے جو میں جارہا ہوں جانبِ خلد
مرے لئے مرے آقا نے بات کی ہوئی ہے

افتخار عارف

اداریہ

جامعہ میں آمد مبارک ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز طلبہ کرام! اللہ کا فضل وکرم ہوا کہ اس نے ہمیں اپنے آفاقی دین متین کے علم کے حصول کے لیے ایک مرتبہ پھر دینی ادارے میں آنے کا موقع عطا فرمایا، اس پر اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس مبارک تعلیمی سال کے آغاز پر قدیم وجدید تمام طلبہ کرام کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ قدیم طلبہ کو اس لیے کہ وہ اپنے تعلیمی سفر کی تکمیل کے لیے اب تک جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں، زمانے کی گردو پیش اور اس کی الٹ پھیر نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور وہ اس کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول میں مشغول ہیں۔ اور جدید طلبہ کو اس لیے مبارک باد کہ انہوں نے دینی تعلیم کا انتخاب کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے والدین کو اس کی توفیق دی کہ وہ آپ کو ایک دینی ادارے میں بھیجیں۔

عزیز طلبہ! جہاں اکثریت ان کا طلبہ کی موجود ہوگی جو خوش دلی سے حصول علم کے لیے تشریف لائے ہوں گے وہیں پر بعض وہ بھی ہوں گے جو والدین کی خواہش پر زبردستی آئے ہوں گے یا بھیجے گئے ہوں گے، وہ بھی اللہ کے منظور نظر ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک محبوب تھے تو تبھی اس نے ان کو اپنے دین مبین کے لیے قبول فرمایا۔ لیکن اب جامعہ میں آنے کے بعد ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سمجھا بجھا کر ان کو خوشی، محنت اور دل لگی سے پڑھنے کے لیے تیار کریں، ان کو اس انداز میں اپنائیت دیں کہ غیر محسوس طریقے سے ان کے دل ودماغ سے علم دین سے بغاوت کا مادہ خارج ہوجائے۔

جب ہم حصول علم کے لیے تعلیمی ادارے میں آگئے تو اب ہم نے یہاں آنے کے مقصد اور ان اداروں کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور صابر وشاکر بندہ بناتے ہوئے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ عبادات کی پابندی کرنی ہے۔ اپنے اخلاق وآداب، طور وطریق اور رہن سہن کو خالص اسلامی بناتے ہوئے ایسا بننے کی کوشش کرنی ہے کہ ہماری ذات اسلام کی عملی تصویر ہو اور لوگوں کے دین مبین کے قرب کا ذریعہ بنے، نہ کہ ہم خود کو ایسا بنائیں کہ لوگ کانوں کو ہاتھ لگائیں اور ہماری وجہ سے دین سے دوری اختیار کریں۔

ہم نے اپنے اندر تعلیمی قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کی راہ روکنے کے لیے بھی خود کو تیار کرنا ہے، کیونکہ ہم مسلمان اور بالخصوص اہل علم، اسلام کی فوج ہے، اور فوج کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ آنے والے ہر طوفان اور آندھی کا سدباب کرے۔

اللہ ہمارا حامی وناصر ہو آمین

والسلام

عبدالرؤف چوہدری

ایڈیٹر نقیب طلبہ اسلام آباد

عفان کے عثمان رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام

محمد عمر عابد (مدرس JKR اسلامک اکیڈمی راولپنڈی)

نام و نسب اور ولادت:

خاندان بنوامیہ کے چشم و چراغ، عفان بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے لختِ جگر، اُروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کے نورِ نظر، امام الانبیاء ﷺ کی پھوپھی اُمّ حکیم بیضاء کے نواسے، ابوعمرو ثم ابی عبداللہ سے مکنّی، امام الانبیاء کے دوہرے داماد، ذوالنورین جیسے عظیم لقب سے ملقّب، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق عام الفیل کے 6 برس بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ سرکار دوعالم ﷺ سے تقریباً پانچ سال چھوٹے تھے۔

> سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی عظیم شخصیت جو قبل از اسلام و بعد از اسلام اپنوں، بیگانوں سب میں منفرد مقام رکھتے تھے، جس سے آسمان کے فرشتے تک حیا کرتے تھے، جس نے پوری امت کو ایک قرآت و مصحف پر جمع فرمایا، جو سابقین، صادقین، قائمین، صائمین کی صفات سے متصف ہوا، جس کو پیغمبر اسلام نے بیشمار مرتبہ جنت کی بشارت سنائی، جس کے عقد میں وقت کے پیغمبر کی شہزادیاں آئیں، جسے جمع قرآن، نشر قرآن کا اعزاز ملا

حلیہ مبارک:

آپؓ کا قد درمیانہ تھا، بہت پست قد تھے اور نہ بہت لمبے، چہرا باریک تھا، گھنی اور لمبی داڑھی تھی، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ بڑا تھا۔ سر میں گھنے بال تھے۔ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان درمیانہ قد حسین بالوں والے اور خوبصورت تھے، سر کے سامنے کے بال گر گئے تھے، دونوں قدموں کے درمیان اچھا فاصلہ تھا، ناک اونچی تھی، پنڈلیاں ضخیم تھیں، بازو لمبے تھے، بال گھنگھریالے تھے، دانت انتہائی خوبصورت تھے۔ آپ کی زلفیں کانوں سے نیچے لٹکتی تھیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ گورے رنگ کے تھے۔

نکاح اور اولاد:

آپ کے اہل و عیال میں 8 بیویاں، 9 بیٹے اور 7 بیٹیاں تھیں۔ پہلا نکاح بنت رسول ﷺ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور انہی کے ساتھ ہی پہلی ہجرت حبشہ کی طرف فرمائی۔ سیدہ کی وفات کے بعد بنت رسول سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حسین الجعفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: "تخلیق آدم علیہ السلام سے لیکر یوم القیامت تک ابن عفان کے علاوہ کسی کی زوجیت میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں، اسی وجہ سے آپ کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔

حالات قبل از اسلام:

قبل از اسلام بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا شمار اپنی قوم کے افضل ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپؓ جاہ و حشمت کے مالک، شیریں کلام، شرم و حیا کے پیکر اور مال دار تھے۔ قوم کے لوگ آپؓ سے بڑی محبت کرتے اور توقیر و تعظیم کا برتاؤ کرتے۔ جاہلیت میں بھی کبھی کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ

برائی کا ارتکاب کیا۔ اسلام سے قبل شراب تک نہ پی۔ آپ کہا کرتے تھے یہ عقل کو زائل کرتی ہے اور انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلند ترین عطیہ عقل ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بلندی کو حاصل کرے اس کو برباد کرنے کی کوشش نہ کرے۔ دورِ جاہلیت میں بھی لہو ولعب کی محفلیں اور گیت ورنگ آپ کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ شرم وحیا کے ایسے پیکر کہ آپ کو اپنی ستر دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔

حالات بعد از اسلام:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی عظیم شخصیت جو قبل از اسلام و بعد از اسلام اپنوں، بیگانوں سب میں منفرد مقام رکھتے تھے، جس سے آسمان کے فرشتے تک حیا کرتے تھے، جس نے پوری امت کو ایک قرآت و مصحف پر جمع فرمایا، جو سابقین، صادقین، قائمین، صائمین کی صفات سے متصف ہوا، جس کو پیغمبر اسلام نے بیشمار مرتبہ جنت کی بشارت سنائی، جس کے عقد میں وقت کے پیغمبر کی شہزادیاں آئیں، جسے جمع قرآن، نشر قرآن کا اعزاز ملا، جو خلفائے راشدین میں شامل، عشرہ مبشرہ کی بشارت پانے والے، معرکہ بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود بدری صحابہ جیسا اجر و مال غنیمت پانے والے، جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ بنت رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شدید بیماری کے باعث غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تیرے لیے غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے شخص کے برابر اجر اور حصہ ہے۔

اعزازات:

عشق و وفا کے پیکر نے ایسی داستانیں رقم کیں جن کی آج تک نظیر نہیں ملتی۔ یہی حضرت عثمان غنیؓ ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر کفر کے گڑھ میں اپنے آپ کو بطور ایلچی پیش کر دیا اور ان کی شہادت کی افواہ پھیلنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خاطر اپنے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی اور اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہی حضرت عثمان غنیؓ کی ذات ہے کہ شہادت کے وقت قرآن سامنے ہوتا ہے

زہد و پارسائی میں بے مثل انسان

اس خدائے واحد کا لاکھ لاکھ احساں ہے
آج میرے ہونٹوں پر ذکرِ پاکِ عثماںؓ ہے
تابناک چہرہ پر نور جو نمایاں ہے
رشکِ مہر و انجم ہے رشکِ ماہِ تاباں ہے
امتِ محمدؐ کا تیسرا نگہباں ہے
نرم خو خلیفہ ہے نیک دل مسلماں ہے
قبلہ گاہِ ایماں ہے شمعِ بزمِ عرفاں ہے
جانشینِ پیغمبرؐ نازشِ مسلماں ہے
زہد و پارسائی میں بے مثال انساں ہے

اور خون کے قطرے قرآن پاک پر گرتے ہیں۔ یہی وہ عثمان غنی ہیں جس کے آنے پر نبی علیہ السلام پنڈلی مبارک سے چادر درست فرماتے ہیں۔ یہی وہ عثمان غنیؓ ہیں جس کو بار بار جنت کی خوشخبری ملی۔ یہی وہ عثمانؓ ہیں جس کے متعلق حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں سے سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے۔ یہی وہ عثمانؓ ہیں جن سے بغض رکھنے والے پر محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ تک نہیں پڑھی، پوچھنے پر فرمایا: ”یہ میرے عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا۔“

خلافت و کارنامے:

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور تقریباً بارہ سال تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ آپ کی فراست، سیاسی شعور اور حکمت و بصیرت کی بدولت اسلام کو خوب تقویت ملی۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے اسلامی حکومت کی حدود 22 لاکھ مربع میل پر محیط تھی، آپ کی سیاسی بصیرت نے اس کو وسیع کر کے 44 لاکھ مربع تک پہنچا دیا۔ آپ نے اسلامی فوج کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ آپ ہی کے دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پہلا اسلامی بیڑہ تیار کر کے بحر اوقیانوس میں اتار دیا اور پاپائے روم پر دہشت طاری کر دی۔ آپ نے طرابلس، قبرص اور

آرمینہ میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، اداروں کو خود مختار بنایا اور محکموں کو الگ الگ تقسیم کیا۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے چراہ گاہیں بنائیں۔ امت مسلمہ فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچاتے ہوئے قرآن کریم کو ایک ہی لغت پر لکھوا کر پوری اسلامی حکومت میں نشر فرمایا۔

قرآن اور عثمان:

آپؓ کا قرآن مجید سے تعلق اس قدر مضبوط تھا کہ فرماتے اگر ہمارے دل ناپاک ہوں تو اللہ تعالی کے کلام سے آسودہ نہیں ہو سکتے، اور یقیناً میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی دن یوں ہی گزر جائے اور میں قرآن کریم کو نہ دیکھوں۔ اور کبھی فرماتے مجھے دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں: بھوکوں کو آسودہ کرنا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

آپؓ قرآن کے حافظ تھے، آپؓ کی گود قرآن سے خالی نہیں رہتی تھی، اسی سلسلہ میں آپؓ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ بابرکت کتاب ہے اور بابرکت ذات کی طرف سے آئی ہے۔ کثرت تلاوت سے آپؓ کا مصحف آپ کی شہادت سے قبل پھٹ چکا تھا۔ آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ نے محاصرہ کے دن بلوائیوں سے کہا تھا؛ خواہ انہیں شہید کردو یا چھوڑ دو مگر اللہ تعالی کی قسم یہ تو ایک ہی رات میں ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم تلاوت فرماتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

روم جیسی بڑی سلطنت کے ساتھ مقابلہ ہے سخت گرمی کا موسم ہے کہ پہاڑ بھی پگھل جائیں مدینہ سخت خشک سالی سے دوچار ہے اگر مسلمان ایمان کی قوت لے کر دہکتے صحرا پر سے گزرتے ہوئے جہاد کے لئے نکل پڑیں تو سامان جنگ اور جہاد کے اخراجات کہاں سے آئیں؟ ان حالات میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کون ہے جو انہیں سامان جنگ فراہم کرے اور اللہ کی مغفرت حاصل کرے۔ ہر ایک نے اپنی وسعت بھر حصہ لیا اور چندہ جمع کیا لیکن اس شخصیت کے کیا کہنے جس نے اپنے محبوب کا اعلان سنتے ہی 940 اونٹ جو ٹاٹ و پلان کے ساتھ تھے اور 60 گھوڑوں کے ساتھ ایک ہزار کی گنتی پوری کی اور دس ہزار دینار اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں بکھیر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے جگمگا اٹھا اور زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظ نکلے: آج کے بعد عثمان جو بھی کریں وہ عمل انہیں (جنت میں جانے سے) نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

مسلمانوں پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پانی کی قلت اور گرمی کی شدت تھی، بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے، ایک ہی کنواں ہے جہاں سے خرید کر پانی پیا جا سکتا ہے، مسلمان اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینے آچکے تھے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے جانثاروں کی پیاس برداشت نہ ہو سکی اور اعلان کیا کون ہے جو جنتی چشمہ کے عوض اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے (بئر رومہ) خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہوں۔

صرف یہیں تک ہی بس نہیں جب مسجد کی جگہ لوگوں کے لئے تنگ پڑ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو رغبت دلائی کون ہے جو مسجد کے ساتھ قطعہ ارض خرید کر مسجد کے لیے وقف کر دے جس کو جنت میں اس سے بہترین جگہ ملے گی پھر وہی شہزادہ عثمان رضی اللہ عنہ کھڑا ہوا اور اعلان کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کو خرید کر مسجد کے لئے وقف کرتا ہوں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے 25 یا 20 ہزار درہم دے کر اس حصے کو خرید لیا اور مسجد نبوی میں شامل کر دیا۔

سیدنا عثمان کے متعلق صحابہ کا موقف

☆ محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران درج ذیل آیت پڑھی: **إن الذين سبقت لهم منا الحسنى أولئك عنها مبعدون.** بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ پھر فرمایا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 14 پر)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

حمزہ صفدر، جھنگ

دامادِ علی رضی اللہ عنہ، مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسر بننے کے شرف سے مشرف کرنے والی آپ کی صاحبزادی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ کا اسم گرامی حفصہ ہے اور والدہ ماجدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہے جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں اور خود بھی صحابیہ ہیں۔ آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ انہیں مکہ میں اہم مقام حاصل تھا۔ قریش کو کسی قبیلے کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بنا کر بنی عدی کے لوگوں کو بھیجا جاتا تھا۔ اسی طرح مناظرے کے معرکوں کا فیصلہ کرنا بھی انہی کے ذمہ تھا۔

آپ نے اپنے والد محترم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر علیٰ اختلاف الروایات پانچ، چھ یا دس سال تھی۔ آپ کا پہلا عقد نکاح بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں زہر سے بجھے ہوئے تیروں کو اپنے سینے پر روکتے رہے آخر زخموں سے چور ہو گئے۔ اسی حالت میں مدینہ منورہ لائے گے لیکن زخموں کی تاب نہ لا سکے اور کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کے ایام میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ، نبی کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، جس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہایت غمگین رہتے تھے۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیش کش کی۔ لیکن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس رشتے پر راضی نہ ہوئے۔ کیونکہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دامادی کا تعلق حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کی صورت میں برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن وہ خاموش رہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کر چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور رضی اللہ عنہا سے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے توجہی کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حفصہ سے وہ شخص شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گے جو حفصہ سے بہتر ہو گی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر اور عثمان سے بہتر ہے۔" چنانچہ 22 سال کی عمر میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور رضی اللہ عنہا سے ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہو گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا جانتی تھی۔ چنانچہ نزول وحی کے وقت آپ بعض آیات لکھ لیتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر قرآن کریم کا جو نسخہ تیار کروایا تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔ اسی سے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نقلیں تیار کی گئیں۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے 60 احادیث نقل کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول 40 احادیث نقل کی ہے۔ آپ کو 10 ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ اور حج کا شرف بھی حاصل ہوا۔ 5 شعبان المعظم 45ھ مدینہ منورہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا جنازہ مدینہ منورہ کے حاکم مروان نے پڑھایا۔ اور آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحبزادوں نے آپ کو قبر میں اتارا۔ جنت البقیع آپ کا مدفن بنا۔

فلسفہ قربانی

حسن عتیق، میرپورخاص

تاریخِ عالم اور تاریخِ مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ جتنی قدیم ہے قربانی کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے۔ انسانی تاریخ میں سب سے پہلی قربانی آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی ہے۔ فرمایا گیا: ''اور انہیں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بھی ٹھیک ٹھیک سنا دیجیے جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔'' (سورۃ المائدہ 27) دراصل ہابیل نے دل کی آمدگی سے رضاءالٰہی کی خاطر بہترین دنبے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے بے دلی سے ناکارہ غلہ راہ خدا میں پیش کیا۔ اسی وجہ سے ہابیل کی قربانی بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی۔

قربانی کا تصور آسمانی مذاہب ہوں یا الہامی سب میں کسی نہ کسی صورت موجود رہا ہے۔ باطل عقائد رکھنے والے ہیاکل، ستاروں اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں و دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یا ان کے نام کی نذر و نیاز مانتے ہوئے جانوروں کو بھینٹ چڑھاتے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اب دیوتا مجھے آفات و بلیات سے محفوظ رکھیں گے۔

قربانی کا صحیح فلسفہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھ کے ہم کو سمجھایا ہے کہ قربانی محض شوق اور دکھلاوے کا نام نہیں بلکہ راہ خدا میں اپنی محبوب ترین چیز قربان کرنا ہے۔ ''قربانی کا مقصود حصول تقویٰ'' سورہ حج میں ارشاد ربانی ہے کہ ''نہیں پہنچتے اللہ کے پاس قربانی کا گوشت اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے اللہ کے پاس تمہارا تقوی۔'' قربانی میں اخلاص کی ترغیب دی گئی ہے، قربانی کا مقصد رضاءالٰہی ہو تفاخر، ریاکاری، شہرت کی خواہش یا محض عادت نہ ہو۔ تقوی و اخلاص ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔ بلاشبہ جو متقی ہوگا وہ مخلص ہوگا اور جو مخلص ہوگا وہ متقی ضرور ہوگا ایسا نہیں ہوسکتا کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر پائے جائیں۔ یہ قربانی کا سب سے بڑا فلسفہ ہے۔

ہر سال ۱۰ ذی الحجہ کو مسلمان اللہ کے حضور جانوروں کی قربانی پیش کرتے ہیں یہ درحقیقت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرتے ہیں، کہ ہزاروں سال پہلے جب ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین جو گفتگو ہوئی ہے، قرآن کریم نے اس کو یوں نقل کیا ہے:

حضرت ابراہیمؑ: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، اس بارے تیرا کیا خیال ہے؟

حضرت اسماعیلؑ: اے ابا جان! جس کام کا آپ کو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے آپ وہ کام کر گزریے، ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گفتگو کا ایسا طرز اختیار نہیں کیا جس سے خوف اور وحشت ٹپکتی ہو بلکہ فکری اور ذہنی طور پر اللہ کے نام پر جان قربان کرنے کی خوبصورت انداز میں ترغیب دی ہے تاکہ جب اللہ احکم الحاکمین کے حکم پر عمل پیرا ہوا جائے تو اس میں بیٹا مجبور نہ ہو بلکہ تسلیم و رضا کا پیکر نظر آئے اور ہر عبادت میں یہی مقصود ہوتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جواب میں غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت

اسماعیل اتنی بڑی قربانی دینے کیلیے اتنی چھوٹی سی عمر میں تیار ہوئے واقعتاً چھوٹی عمر میں بڑا کمال ہے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے اپنی ذات کی طرف منسوب نہیں ہونے دیا بلکہ اسے محض اللہ کی عطا سمجھا اور مشیئتِ ایزدی پر صبر کرنے والوں کی قطار میں خود کو کھڑا کر دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فیصلہ سنایا کہ میں اللہ کے اس حکم پر دل وجان سے راضی ہوں اور یہ راضی ہونا محض لفظوں تک ہی محدود نہیں بلکہ ذبح ہونے کو بھی تیار ہوں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کے حکم پر اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کا جذبہ پختہ تھا اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اللہ کے نام پر قربان ہو جانے کا ارادہ بھی مصمم تھا یہ اس لیے کہ دونوں باپ بیٹا ''فلسفہ قربانی'' کی حقیقت کو سمجھ چکے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہونے کے لیے خود کو پیش کیا اس لیے ان کا جذبہ تو واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جذبہ قربانی سمجھنے کے لیے ایک دوسری حقیقت کو سمجھنا ہوگا وہ یہ کہ باپ کے لیے اولاد کی قربانی پیش کرنا اپنے آپ کو ذبح کر لینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے، یہ وہ قلبی کیفیت اور دلی احساس ہے جس کو سمجھا تو جا سکتا ہے لیکن الفاظ میں سمجھایا نہیں جا سکتا۔ دنیا کا ہر باپ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے؟ اس لیے قرآن کریم نے اولاد کو (فتنہ) باعثِ آزمائش کہا ہے۔ اس بنیاد پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جذبہ قربانی بھی قابلِ صد ستائش ہے اور ان کا صبر وضبط بھی مثالی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ''جذبہ قربانی'' اس سے بڑھ کر قابلِ تحسین اور ان کا صبر بے مثال ہے۔ انسان اپنے آپ کو قربان کر سکتا ہے لیکن لختِ جگر، نرم و نازک اور معصوم گردن پر اپنے ہاتھوں سے چھری چلانا، نہ چلنے تو بار بار چھری کو تیز کر کے چلانا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

یہ کام اعصاب شکن، مشکل اور بہت صبر آزما تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صدق نیت کے ساتھ اس پر عمل کر دکھایا تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ: آپ امتحان میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد یہ عمل شریعت میں اس قدر پسندیدہ اور مقبول ہوا کہ اسے ''سنتِ ابراہیمی'' کے مبارک الفاظ سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کی ایسی مضبوط دلیل ہے جو تاقیامِ قیامت قائم رہے گی۔

کچھ معترضین کی طرف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جانور کا خون بہانے سے بہتر ہے قربانی کی قیمت صدقہ کر دیں۔ قربانی کے متعدد فوائد ہیں مگر ان کے اعتراض کا بہترین جواب یہی ہے کہ قربانی کی مشروعیت مال کے بدلے نہیں بلکہ جان کے بدلے ہوئی ہے۔ اور اسلام کے ماننے والے سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہوئے ہر سال کی طرح امسال بھی راہ خدا میں رضاء الٰہی کی خاطر جانور کے گلے پہ چھری چلائیں گے اور یہ اعلان کریں گے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللہ الحمد۔

مزدوروں کے حقوق کے حقیقی علمبردار

زاہد جمیل، چیچہ وطنی

یکم مئی پوری دنیا میں یومِ مزدور کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن مزدور کے حقوق کے تحفظ اور اس کے مقام و مرتبے کی تعیین کی بات کی جاتی ہے۔ یومِ مزدور کے آغاز کا سبب یہ ہے کہ 1886ء کو کچھ مزدور اپنے حقوق کے لیے امریکہ کے شہر شکاگو میں جمع ہوئے جن پر پولیس نے گولی چلادی۔ اس ظلم کے خلاف ایک تحریک چلی جس کے نتیجے میں سن 1889ء کو ریمنڈ لیونگ کی تجویز پر یکم مئی 1890ء سے یہ دن "عالمی یوم مزدور" کے طور پر منایا جانے لگا۔ المیہ یہ ہے کہ اس دن تمام سرمایہ کار چھٹی پر ہوتے ہیں لیکن جن کے حقوق کے لیے دن منایا جاتا ہے وہ اس دن بھی مزدوری کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ دن اگرچہ حقوقِ مزدور کے طور پر منایا جاتا ہے لیکن حقوق انسانی کے جھوٹے دعوے دار 134 سال گزر جانے کے باوجود اپنے دعوے کو صحیح ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ آج تک کوئی ایسا قانون مرتب نہیں کر سکے جس پر عمل کرتے ہوئے مزدور کے حقوق کا صحیح معنوں میں تحفظ کیا جاسکے۔ بلکہ الٹا ان کے قوانین مزدور طبقے پر طاقتور طبقے کو ہی تحفظ فراہم کر رہے ہیں جبکہ مزدور ظلم کی چکی پس رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزدور غریب سے غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

لیکن دوسری طرف قانونِ الٰہی کو دیکھیں تو دل و دماغ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قانون واقعی مزدوروں کا حامی قانون ہے۔ قانونِ الٰہی کے نمائندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل ایسے قوانین وضع کر دیے تھے کہ ان پر عمل ہو کر پوری دنیا کے مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکتا ہے خواہ وہ مزدور مسلم ہو یا غیر مسلم۔

ان قوانین کو اصطلاح میں "مزدور کے حقوق" کہا جاتا ہے۔ مزدور کے حقوق کیا ہیں؟ یہ جاننے سے قبل اس بات کو سمجھ لیں کہ مزدور کہتے کس کو ہیں؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں اشیاء اور صلاحیتوں کا تبادلہ کرتے ہیں تو ہمارا نظام چلتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں اپنی تمام ضروریاتِ زندگی خود ہی پوری کرلوں گا تو یہ ناممکن ہے۔ ایک ضرورت کوئی پوری کرتا ہے تو دوسری ضرورت کوئی پوری کرتا ہے۔ کوئی آدمی اگر کہے کہ میں خود ہی گھر بھی بنالوں گا، دروازے بھی لگا لوں گا، زمین سے پانی بھی نکال لوں گا، رنگ روغن بھی کرلوں گا، غلہ بھی اُگالوں گا، اناج بھی نکال لوں گا تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ایسے تو ہم 24 گھنٹے بھی نہیں گزار سکتے، سارا نظامِ زندگی تباہ ہوجائے گا اور لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں گے۔

فطرتِ انسانی یہ ہے کہ انسان جو کام خود جانتا ہے اس میں دوسروں کا تعاون کرے گا اور جو کام دوسرے جانتے ہیں ان میں دوسروں کا تعاون لے گا۔ اس کو تبادلہ کہتے ہیں۔ پھر یہ تبادلہ اشیاء کا اشیاء کے عوض ہوگا یا اشیاء کا تبادلہ خدمت و محنت کے عوض ہوگا، اس دوسری صورت کو مزدوری کہا جاتا ہے۔ الغرض اجرت پر کام کرنا مزدوری کہلاتا ہے اور پوری دنیا کا نظام مزدوری پر ہی چل رہا ہے۔

اتنی بات تو سمجھ آگئی کہ پوری دنیا کا نظام مزدوری پر چل رہا ہے۔ لیکن انسان کو کسی بات پہ آمادہ کرنے کے لیے ضروری ہوتا کہ اس کی آئیڈیل شخصیات کی مثال پیش کی جائے اور اسے کوئی بھی کام کرنے پر برانگیختہ کیا جائے۔ تو پھر سنیے کہ بنی اسرائیل کے بڑے خلیفہ حضرت داؤدؑ نے بادشاہ ہوکر زرہیں بنانے کی مزدوری کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: اللہ تعالی کے سارے پیغمبر اپنے اپنے دور کے مزدور رہے ہیں۔ ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ

آپ نے بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے بھی کئی سال تک مکہ میں فلاں قبیلے کی اتنے پیسوں کے عوض بکریاں چرائی تھیں۔ ہے ناں ہمت افزا بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغمبروں کا سردار ہو کر مزدوری کی۔

مسلمانوں کے سب پہلے خلیفہ سیدنا صدیق اکبرؓ جب خلیفہ بنے تو دوسرے دن ہی کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائے مزدوری کو نکل پڑے، حضرت عمرؓ نے کہا امیر المومنین! آپ تو خلیفہ ہیں! فرمایا خلیفہ تو ہوں پر مزدوری نہیں کروں گا تو گزر بسر کیسے ہوگا؟ حضرت عمر نے کہا اس کا بھی کوئی حل نکالتے ہی۔ صحابہ کرامؓ جمع ہوئے۔ حضرت علیؓ کے مشورے سے ان کے لیے بیت المال سے وظیفہ جاری کیا گیا۔

ان مقدس اور صاحبِ منزلت شخصیات کی زندگی سے ثابت ہوا کہ مزدوری کوئی حقیر یا معیوب چیز نہیں بلکہ یہ ایک مقدس اور معزز پیشہ ہے۔ تبھی تو انبیاء، خلفاء اور بادشاہ تک مزدوری کرتے رہیں۔ جو مزدوری کے راستے پر ہے وہ ایسے راستے پر ہے جس پہ انبیاء، خلفاء اور بادشاہ چلے۔ مزدوری نام ہے محنت کا اور ہر محنت کا حق ہوتا ہے۔

آیئے! آج انسانیت کے حقیقی نجات دہندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ مزدوروں کے حقوق کو دیکھتے ہیں۔ جو بلا تفریقِ مسلم و غیر مسلم تمام مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو ہدایات دیں کہ مزدور کا پہلا حق یہ ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ طے کیا جائے اسے بروقت دیا جائے، خواہ مخواہ ٹال مٹول سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہو جانے سے پہلے دے دو۔ اجرت دینے میں ٹال مٹول کرنا اگر اجرت دینے والے کی طرف سے ظلم ہے تو کام پورا نہ کرنا مزدور کی طرف سے ظلم ہے۔ دونوں کو ظلم سے بچنا چاہیے۔ مزدور کا یہ بھی حق ہے کہ اس پر جبر نہ کیا جائے، اس پر سختی نہ کی جائے، ظلم و زیادتی نہ کی جائے۔ صرف یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہہ دیا اور بات ختم۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں نے عمل کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ تاریخ کے اوراق پہ نقش ہو کے رہ گئیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ جیسا کپڑا خود پہنتے ویسا ہی ماتحتوں کو پہناتے۔ ایک روز کسی آدمی نے ابوذر غفاریؓ سے کہہ دیا کہ جیسا عمدہ لباس آپ نے خود پہنا ہوا ہے ویسا ہی ماتحت کو پہنا رکھا ہے، اسے تو کوئی ہلکا پھلکا بھی پہنا دیتے تو کافی تھا۔ حضرت ابوذر غفاری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ تمہارے ماتحت ہیں ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ان کو وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، ان پر طاقت سے زیادہ کام نہ ڈالو، اگر تمہیں پتا ہے کہ یہ کام ان کی طاقت سے زیادہ ہے اکیلے نہیں کر سکتے تو ان کی مدد کرو اور ساتھ مل کر کام کروا دو۔ یہ ہیں وہ حقوق جو اسلام نے مزدور کو دیے ہیں۔

ہے دنیا کا کوئی قانون جو مزدوروں کو یہ حقوق دیتا ہو؟ آپ پوری دنیا کے طبع اور وضع شدہ قوانین کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک سطر کھنگال کر دیکھ لیں مزدوروں کے حقوق کا ایسا تحفظ کہیں نہیں ملے گا۔ آیئے! مل کر عزم کریں کہ: کسب حلال کے لیے محنت کرنی پڑی تو ضرور کریں گے۔ کیوں کہ مزدوری انبیاء، خلفاء اور بادشاہوں کا پیشہ ہے۔ کوئی حقیر پیشہ نہیں ہے۔ بلکہ عزت والا پیشہ ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی مزدور ہے تو جو کچھ مزدور کے ساتھ طے ہے بغیر ٹال مٹول کے ادا کریں گے۔ مزدور پر ظلم بالکل نہیں کریں گے۔

مزدوری کوئی حقیر یا معیوب چیز نہیں بلکہ یہ ایک مقدس اور معزز پیشہ ہے۔ تبھی تو انبیاء، خلفاء اور بادشاہ تک مزدوری کرتے رہیں۔ جو مزدوری کے راستے پر ہے وہ ایسے راستے پر ہے جس پہ انبیاء، خلفاء اور بادشاہ چلے۔ مزدوری نام ہے محنت کا اور ہر محنت کا حق ہوتا ہے۔

اللہ کا احسان، ایٹمی پاکستان

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

یوم تکبیر پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے جب بھارت کی جانب سے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں 28 مئی 1998 کو پاکستان نے ضلع چاغی کے مقام پر پانچ کامیاب ایٹمی دھماکے کیے، اس دن کو یوم تکبیر کے نام سے موسوم کیا گیا۔اس سے قبل بھارت نے پیر 11 مئی 1998 کی سہ پہر مہاتما بدھ کے یوم پیدائش پر پاکستانی سرحد سے محض 93 میل دور راجستھان کے صحرائی قصبے پوکھران میں زیر زمین تین ایٹمی دھماکے کیے جب کہ اسی روز اڑیسہ میں زمین سے فضاء میں مار کرنے والے ترشول میزائل کا بھی کامیاب تجربہ کیا۔ان دھماکوں کا اعلان اس وقت کے بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے اپنی سرکاری رہائش گاہ پر عجلت میں بلائی گئی پریس کانفرنس میں کیا انہوں نے 9سطروں پر مشتمل مختصر اعلان میں بتایا تھا کہ یہ دھماکے LOW YIF.I.D DEVICE THERMONUCLEAR-DEVICE DEVICE (تھر مونیو کلیئر ٹیسٹ)D E V I C E F I S S I O N کی مدد سے کیے گئے جن میں THRMONUCLEAR TEST کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ ہائیڈروجن بم کے ٹیسٹ کے برابر ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ ان دھماکوں کے ٹھیک 24 سال پہلے بھی 18 مئی 1974 میں پوکھران میں ہی بھارت نے پہلا ایٹمی دھماکا کیا تھا۔

بھارت کے 11 مئی 1998 کے ایٹمی دھماکوں پر اس وقت کی حکومت پاکستان نے عالمی برادری سے مطالبہ کیا تھا کہ بھارت کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کی جائے۔اس وقت کے چیف آف دی آرمی اسٹاف جنرل جہانگیر کرامت نے امید ظاہر کی کہ پاکستان کی حکومت ملکی سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارت کے ایٹمی دھماکوں کا خاطر خواہ اور مناسب جواب دیگی۔اس وقت اس سلسلے میں پاکستان کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہا تھا کہ پاکستان اپنی سلامتی کو لاحق خطرات کا مقابلہ بہت اچھی طرح کر سکتا ہے ،ہم تیار ہیں،حکومت جو فیصلہ کرے گی ہم اس پر عمل کریں گے۔

اس دوران غیور پاکستانی عوام کی جانب سے نواز شریف کی حکومت پر دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے فوری طور پر ایٹمی دھماکا کرے اور ایٹمی دھماکا نہ کرنے میں پس وپیش سے اپنی خود مختاری اور حاکمیت سے دستبردار ہو کر امریکی دباؤ قبول کر کے ملک کو امریکی غلامی میں دینے کے مترادف عمل ہوگا، پاکستان کی طرف سے ایٹمی دھماکا خطے میں جنگ کو روکنے میں مددگار ثابت ہوگا اور اس سے ملک پر یک طرفہ بین الاقوامی دباؤ ختم ہوجائے گا۔اس وقت امریکا کی جانب سے پاکستان پر سخت دباؤ تھا کہ وہ ایٹمی دھماکا نہ کرے اور اس کے بدلے اربوں ڈالر دیں گے۔اسی دوران پاکستان میں موجود امریکا اور بھارت نواز نام نہاد دانشوروں نے بھی پاکستان کو ڈرانے کی کوششیں کیں اور کہتے تھے کہ اگر پاکستان نے امریکا کے منع کرنے کے باجود ایٹمی دھماکا کیا تو پاکستان کو بہت نقصان ہوگا، امریکا ناراض ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ لیکن اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے تمام تر عالمی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایٹمی دھماکا کرنے کا راست فیصلہ کیا۔

اس طرح پاکستان نے پانچ جوہری دھماکے کیے اور پاکستان پہلے سے زیادہ ناقابل تسخیر ملک بن گیا،لیکن دشمنان پاکستان خاموش نہیں

ہوئے وہ آج بھی پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے کسی نہ کسی بہانے کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں اس بار وہ پاک فوج کو نشانے پر تلے ہوئے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جس دن پاک فوج اور عوام میں دوری پیدا ہوگی تو پاکستان کو آرام سے زیر کیا جا سکتا ہے، اس لیے آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس ہوشیاری اور چالاکی سے زہر گھولا جا رہا ہے لیکن غیور پاکستانی عوام دشمنوں کی اس سازش کو اپنے پیروں تلے روند دیں گے۔ یوں تو بھارت اپنے قیام سے ہی جنوبی ایشیا کا تھانیدار بننے کے خواب دیکھتا رہا ہے۔

عددی اعتبار سے دنیا کی تیسری بڑی زمینی فوج، چوتھی بڑی فضائیہ اور پانچویں بڑی بحریہ رکھنے والا ملک 1974 میں ہی ایٹمی تجربہ کر کے خطے میں ایٹمی اسلحے کی دوڑ شروع کر چکا تھا۔ مجبوراً پاکستان کو بھی اپنے دفاع کے لیے اس دوڑ میں شامل ہونا پڑا۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ پاکستان اپنے محدود وسائل کے باعث بھارت کے ساتھ روایتی ہتھیاروں کی دوڑ میں مقابلہ نہیں کر سکتا مزید یہ بھی کہ بھارت ایٹمی قوت بننے سے قبل ہی پاکستان پر جارحیت کر کے اس کو دولخت کر چکا تھا۔ ایٹمی قوت بن جانے کے بعد خطہ میں طاقت کا توازن بری طرح بگڑ گیا تھا۔ اس لیے بھارتی ایٹمی تجربات کے بعد پاکستان کے اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ عالم اسلام کی ایٹمی قوت بنانے کا فیصلہ کیا۔ 18 مئی 1974 کو بھارت نے راجستھان میں smiling bhudha نامی ایٹمی دھماکے کیے۔ تو جواب میں پاکستان نے بھی ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ پر پابندی والے معاہدے این پی ٹی NPT non proliferation treaty پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ پاکستان کی سلامتی کے لیے ایٹم بم بنانا بہت اہم ہو گیا تھا۔

پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی میں اہم پیشرفت جولائی 1976 میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی وطن آمد کے بعد ہوئی۔ 1977 میں جنرل ضیاء الحق کی حکومت آنے کے بعد پاکستان نے جوہری ٹیکنالوجی کے لیے اہم اقدام اٹھائے، یہ ایک الگ داستان ہے لیکن بالآخر پاکستان نے اپنا مقصد پورا کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنان پاکستان کی نظروں میں پاکستان کی ایٹمی قوت کھٹک رہی ہے، وہ اس کوشش میں برسوں سے لگے ہوئے ہیں، وہ پاکستان کی معیشت کو کسی حد تک تباہ کرتے رہے ہیں اور ساتھ ہی پاکستان کے عوام کو پاک فوج کے سامنے لا کھڑا کرنے کی بھی زور و شور سے کوششیں کرتے نظر آ رہے ہیں لیکن پاکستان مضبوط ہاتھوں میں ہے۔ ہماری افواج دنیا کی بڑی قوتوں میں سے ایک ہے جس کی سب سے بڑی طاقت اس کی عوام کی یک جہتی ہے جسے پارہ پارہ کرنے کے لیے دشمن اسی طاقت پر حملہ آور ہے لیکن پاکستانی عوام ہر محاذ پر اپنے پاک افواج کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، دشمن جتنا چاہے جتن کر لے اسے منہ کی کھانی پڑے گی اور ہمیشہ کی طرح پاکستان کے غیور عوام ان سازشوں کو اپنے باہمی اتحاد اور پاک افواج سے والہانہ محبت کی طاقت سے زمین بوس کر دیگی۔

پاکستان میں موجود امریکا اور بھارت نواز نام نہاد دانشوروں نے بھی پاکستان کو ڈرانے کی کوششیں کیں اور کہتے تھے کہ اگر پاکستان نے امریکا کے منع کرنے کے باوجود ایٹمی دھماکا کیا تو پاکستان کو بہت نقصان ہوگا، امریکا ناراض ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ لیکن اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے تمام تر عالمی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایٹمی دھماکا کرنے کا راست فیصلہ کیا۔

28 مئی 1998ء مسلمانوں کے لئے ایک تاریخ ساز دن تھا جب اسلامی جمہوریہ پاکستان نے ایک ایسے ہتھیار کا تجربہ کیا جو دنیا کا مہلک ترین ہتھیار مانا جاتا ہے، قوموں کے عروج وزوال میں جہاں دوسرے عناصر کارفرما ہوتے ہیں وہاں ٹیکنالوجی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، بہادری کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی ایسے ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہے جو مستند، نایاب اور کارآمد ہو، پاکستان نے نہ صرف ایٹم بم بنایا بلکہ اس کے ہدف پر پھینکنے کے سلسلے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ شاہین III میزائل بھارت کے ہر حصہ کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ ہمارا بابر III میزائل 700 کلو میٹر تک آبدوز سے زمین اور سمندر میں تارپیڈو کے طور پر کام کرتے ہوئے جہاز یا آبدوز کو تباہ کر سکتا ہے۔

پاکستان نے اپنی بقا کے لئے جو تیاری شروع کی تھیں وہ زوروشور سے جاری ہے، اس میں جہاں ہم اپنے ہیروز ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف تک تمام سیاستدانوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، وہاں بہت سے ایسے سائنسدانوں اور انجینئروں، فورسز کے تمام مارخور خفیہ ہاتھوں کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں، جن کا نام تک کسی کو نہیں معلوم، ان سب کو اللہ پاک دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ اس وقت پاکستان کا دفاع اللہ کے فضل سے ناقابل تسخیر ہے۔ 28 مئی کا دن برصغیر اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے انتہائی مبارک دن ہے اور وہ پہاڑ جہاں یہ دھماکے ہوئے وہ پاکستان کی شان وشوکت اور عظمت کے گواہ ہیں اور اللہ کی ثنا اور تکبیر کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز پاکستان کے پرچم کو ہمیشہ سربلند رکھے آمین۔

بقیہ: عفان کے بیٹے سیدنا عثمان پہ لاکھوں سلام

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر سب لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر جمع ہوتے تو ان پر اسی طرح پتھر برسائے جاتے جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے۔

☆ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں اللہ کی اس پر لعنت ہو جو عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے، اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور جبریل علیہ السلام قرآن کی وحی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان سے فرما رہے تھے: عثمان لکھو۔ اور اللہ تعالیٰ یہ مقام اسی کو عطا کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مکرم ومعزز ہو۔

☆ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے تو وہ اس کے لائق ہے۔

شہادت:

اتنے کمالات اور فضائل ومناقب رکھنے والی عظیم شخصیت کو ظالموں نے 18 ذوالحج 35 ہجری کو امن وشانتی والے شہر مدینۃ الرسول میں، کئی دنوں سے بھوکے پیاسے روزے کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے گھر میں گھس کر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

عفان کے عثمان پہ قربان میری جان
سر نامہ احسان پہ قربان میری جان

ایک شخص (مسجد نبوی میں) آیا اور پوچھا کہ تم میں مالک بن انس کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ! اس شخص نے امام مالک کو سلام کیا، گلے اور سینہ سے لگایا اور کہا 'واللہ گذشتہ رات خواب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ اسی جگہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مالک کو لے کر آؤ۔ آپ کو لایا گیا تو آپ کپکپا رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کنیت کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا 'اے ابو عبداللہ! کچھ فکر مت کرو، بیٹھ جاؤ' آپ بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا 'اپنا دامن پھیلاؤ' تو آپ نے اپنا دامن پھیلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مشک سے بھر دیا اور فرمایا 'اسے لے لو اور میری امت میں تقسیم کردو' راوی کہتے ہیں کہ خواب سن کر امام مالک رونے لگے اور فرمایا الرؤیا تسُرُّ ولاَ تغرُّ خواب خوش تو کر سکتا ہے، مگر دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا۔ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر علم دین کی وہ امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ (یہ امام مالک کا مشہور اور بہت اہم مقولہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے بارے میں اچھا خواب دیکھ کر یا سن کر خوش ہونا تو جائز ہے لیکن اس خواب کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ کر تکبر، عجب دعوی یا فخر وریاء بے عملی میں مبتلا ہو جانا جائز نہیں۔) (محمود اشرف عثمانی صاحب کی کتاب "ملفوظات امام مالک" صفحہ: 9 سے حکیم شاکر فاروقی کا انتخاب)

تربیت کے قرآنی اصول

شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف خان صاحب کی گفتگو سے چند اقتباسات

اللہ رب العزت نے ہم سب کو جو نعمتیں دنیا میں عطا فرمائی ہیں ان میں سے قیمتی ترین نعمت انسان کے لیے اس کی اولاد ہے۔ سورہ فرقان کی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود سکھائی ہے، بچوں کے لیے ایک ایک کو یہ دعا مانگنی چاہیے اور وہ دعا یہ ہے کہ "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ " اے اللہ! ہمیں اپنے گھر والوں سے، اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ کسی انسان کو آج اپنے گھر سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک ملے تو ساری محنت وصول ہو جاتی ہے، انسان کہتا ہے میں نے زندگی میں جو کچھ کمایا، جتنی محنت کی اس سب کا مجھے پھل مل گیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ ٹھنڈک کیسے ملتی ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ہوگا کہ بچوں سے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ملتی ہے وہ ہوتی کیا ہے؟ بچے کہنا ماننے والے ہوں ،فرمانبردار ہوں، بچے اچھی سوچ رکھنے والے ہوں، ان کی عادتیں اچھی ہوں ،والدین کا خیال رکھتے ہوں، دکھ نہ پہنچاتے ہوں اور قابل ہوں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنے بچوں سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک ملتی ہے۔ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک تب ملے گی جب ان میں مذکورہ تمام چیزیں پائی جاتی ہوں اور یہ سب چیزیں ملتی ہیں جب انسان اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے ۔صرف ایک ہی حل ہے بس کہ آپ اپنی اولاد کی تربیت کریں۔

اب سوال یہ ہے کہ کہ تربیت کہتے کس کو ہیں؟ اصل میں لفظ تربیت یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور گرائمر کے اعتبار سے یہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ "رب" ہے، رب کا مطلب ہوتا ہے پرورش کرنے والا پالنے والا، ہم سب کا رب اللہ ہے، اور اس اللہ نے قرآن مجید میں ہمیں اپنے بچوں کی تربیت کا طریقہ کیا بتایا؟ کیونکہ ہمارے بچوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہے، جو مشین بنانے والا ہوتا ہے وہ مشین کے ساتھ ایک گائیڈ بک بھی دیتا ہے ،آپ اس کے مطابق اس مشین کو چلاتے ہیں تو آپ کو اس کی کارکردگی بہت اچھی لگتی ہے۔ اسی طرح ان بچوں اور بچیوں کو بنانے والے اللہ نے جو اصول بتائے ہیں قرآن کریم میں بچوں کی تربیت کے بس وہی اصول انسان کو آنکھوں کی ٹھنڈک دلا سکتے ہیں، اور کوئی حل نہیں ہے۔ اور اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آپ اپنے بچوں کو مدرسے میں ہی پڑھائیں، آپ سکول میں پڑھائیں، آپ انجینئر اور ڈاکٹر بنائیں لیکن ان کی تربیت قرآنی اصولوں کے مطابق کیجیے۔ تربیت کہتے ہیں "انسان کے اندر سے بری سوچوں، برے رویوں، برے اخلاق اور بری عادتوں کو نکالنا، اچھی سوچوں ،اچھے رویے، اچھے اخلاق اور اچھی عادتیں پیدا کرنا۔" ایسا ہو گیا تو تربیت مکمل ہو گئی اور یہ تربیت چھوٹے بڑے سب کی ضرورت ہوتی ہے۔

تربیت کے وہ قرآنی اصول کیا ہیں؟ آج کی نشست میں یہی بتاؤں گا۔ سورہ لقمان کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہم نے لقمان علیہ السلام کو دانائی دی" تو انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کیسے کی، اللہ نے وہ تربیت کے اصول اس رکوع میں بیان فرمائے ہیں۔ جب بھی آپ کو ان اصولوں کی ضرورت پیش آجائے یا آپ کو بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک نہ ملے تو سورہ لقمان دوسرے رکوع کا ترجمہ پڑھیے اور دیکھیے کہ آپ سے کون سی چیز مس ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو والدین اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تربیت نہیں کریں گے تو وہ دانا نہیں ہوں گے، کیونکہ دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ تربیت انہی اصولوں کے مطابق کریں۔

اگلی آیت میں پہلا اصول بچے کے ایمان پر محنت۔لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: ”اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“ سب سے پہلے بچوں کے ایمان پر محنت کیجیے اور ان کا یقین بنائیے۔شرک، توحید کی ضد ہے، اور توحید اللہ کو اس کی ذات اور صفات کے اعتبار سے ایک ماننے کو کہتے ہیں ۔اور یہ صفات کسی اور میں مانی جائیں تو اسے شرک کہتے ہیں ۔خواتین وحضرات ممکن ہے آپ کے ذہن میں آئے کہ مولانا یہ تو بہت اونچا موضوع ہے اور بڑے بچوں کے لیے ہے۔تو یاد رکھیے! بسا اوقات ہم والدین اپنے دودھ پیتے بچوں کے ایمان کو خراب کرتے ہیں، کیسے؟ ماں اپنے بچے کو کہتی ہے کہ دودھ پی لو، یہ چیز کھا لو ورنہ تمہیں ڈوگی (کتا) کھا لے گا، یہ کام کرو ورنہ بالو آجائے گا وغیرہ۔ کتے سے ڈرائیں گے، بھالو سے ڈرائیں گے، مخلوق سے ڈرائیں گے مگر خالق سے نہیں ڈرائیں گے، یہ بچہ بڑا ہو کر بھی مخلوق سے ہی ڈرے گا خالق سے نہیں ڈرے گا کیونکہ اس پر محنت ہی یہ ہوئی ہے۔

> والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو حسن سلوک سکھائیں۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا کریں اور والدین کا بھی شکر ادا کریں۔اللہ کے شکر کا طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا اور بتایا ہے کہ اللہ کا شکر یہ ہے الحمد للہ کہیں۔
>
> بچوں کو نماز کا عادی بنایا جائے۔ ان کے ایمان پر یہ بھی محنت کریں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔یعنی اللہ کا خوف اس کے اندر پیدا کرنا۔اگر خوف خدا ہو گا تو بچہ بہت ساری برائیوں اور بہت ساری پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔

دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ والدین کے ساتھ اور باقی سب کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا، اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو حسن سلوک سکھائیں۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا کریں اور والدین کا بھی شکر ادا کریں۔اللہ کے شکر کا طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا اور بتایا ہے کہ اللہ کا شکر یہ ہے الحمد للہ کہیں، کاش! کہ ہمارے گھروں کا ماحول یہ ہو کہ بچوں سے پوچھا جائے کہ کھانا کھا لیا؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جی کھا لیا، اور ایک جواب یہ ہے کہ جی الحمد للہ کھا لیا ،اسی طرح باقی تمام چیزوں میں الحمد للہ کہیں۔اور انسانوں کا شکر ادا کیسے کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے سمجھایا کہ جزاک اللہ کہیں آج وقت کی بڑی ضرورت ہے کہ بچے بچیوں کو شکر گزار بنائیں ورنہ کل یہ بچے کہے گا کہ آپ نے میرے لیے کیا کیا۔

اگلا اصول یہ بتایا کہ بچوں کو نماز کا عادی بنایا جائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا کہو، جبکہ ابھی نماز فرض ہونے میں سات سال باقی ہیں اور آج ماں باپ بہت دفعہ یہ سوال کر رہے ہیں کہ اس میڈیا اور ان ایجادات کے ماحول میں ہم اپنے بچوں کو بے حیائی اور بری باتوں سے کیسے بچائیں؟ اللہ تعالیٰ نے 21ویں پارے پہلی آیت میں اس کا حل بتایا ہے کہ: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بے شک نماز انسان کو بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔اس لیے بچوں کے لیے، گھر والوں اور خود اپنے لیے نماز کا ماحول بنایئے، اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ یہ نماز ان کو برائیوں اور بے حیائیوں سے روک لے گی۔

اگلا مرحلہ اے میرے پیارے بیٹے! تو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔والدین اور مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے اندر یہ صلاحیت پیدا کریں کہ وہ کسی چیز کو دیکھ کر معلوم کر لیں کہ یہ اچھائی ہے یا برائی، سن کر معلوم کر لیں یہ اچھی بات ہے یا بری۔اور نیکی کو عام کرنے اور برائی سے روکنے کی صلاحیت بچے کے اندر پیدا کر دیجیے۔

لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو پانچواں اصول یہ سمجھایا کہ: اے

میرے بیٹے تو صبر کر، بے شک صبر کرنا یہ بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہوتا ہے۔ آج ہم نے اپنے معصوم بچوں کو بڑا نازک بنا دیا ہے، اتنا نازک بنا دیا ہے کہ ہم خود بھی چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہوتے ہیں اور وہ بچہ بھی چھوٹی چھوٹی بات پر سارے گھر کو سر پر اٹھا لیتا ہے لیکن اگر اس کے اندر صبر اور برداشت کا مادہ پیدا کیا جائے تو قرآنی اصول کے تحت وہ باہمت بن جائے گا ورنہ جوان ہو کر بھی اس کے اندر برداشت اور صبر نہیں ہوگا۔

چھٹا اصول یہ ہے کہ ان کے ایمان پر یہ بھی محنت کریں کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔ یعنی اللہ کا خوف اس کے اندر پیدا کرنا۔ اگر خوف خدا ہوگا تو بچہ بہت ساری برائیوں اور بہت ساری پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔

اگلا مرحملہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ سمجھایا کہ اے میرے بیٹے اپنے منہ کو لوگوں کے سامنے پھیلا کے مت رکھو۔ یعنی بچے کے چہرے کے تاثرات کی تربیت کرنا کہ کس وقت میں انسان کے چہرے کے تاثرات کیسے ہوں گے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ فرما رہی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے ہوں اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ نہ ہو ایسا نہیں ہو سکا۔ اور اے میرے پیارے بیٹے اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر، اپنی آواز کو ذرا دھیما رکھ۔ بچوں کی آواز اور بولنے پر محنت کرنا، ان کو پتہ ہو کہ میں کس سے کس انداز میں بات کرنی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو والدین کی تمیز ہو اور نہ اپنے بڑے اعزاء اقربہ کی۔

عزیز قارئین! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لیے بھی آئیڈیل بنیں اور دیکھنے والے ان کی تربیت پر فخر کریں تو پھر آج سے تربیت کے ان قرآنی اصولوں کو اپنا لیجیے ان شاء اللہ آپ کا بچہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی اچھی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اکبر الہ آبادی

ہر ایک کو نوکری نہیں ملنے کی
ہر باغ میں یہ کلی نہیں کھلنے کی
کچھ پڑھ کے تو صنعت و زراعت کو دیکھ
عزت کے لیے کافی ہے اے دل نیک

بقیہ: غزوہ احد

اس موقع پر حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ کی جرات و بہادری بھی ناقابل فراموش ہے۔

اس جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی ہوئے اور دانت مبارک شہید ہوئے اور رخسار مبارک زخمی ہوا۔ جب جنگ کا اختتام ہوا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا کیا تم لوگوں میں محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حیات ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے، اسی طرح ابوسفیان نے تین بار آواز دی مگر جواب نہ ملا، اس کے بعد پکارا کہ کیا تم میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) حیات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے اس سوال کو بھی تین بار کہہ کر خاموش ہو گیا، اور پھر یہ آواز دی کہ کیا تم میں ابن الخطاب (حضرت عمرؓ) حیات ہیں اس فقرہ کو بھی تین بار دہرایا مگر کوئی جواب نہ آیا تو اپنے رفقا سے خوش ہو کر کہنے لگے کہ یہ سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ تاب نا لا سکے اور زور سے جواب دیا اے اللہ کے دشمن! خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا تیرے رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے۔ چند مزید سوال و جواب بھی ہوۓ پھر ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کو بلایا کہ قریب آؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ جاؤ دیکھو کیا کہتا ہے۔ حضرت عمرؓ پاس گئے تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمر تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کیا ہم نے محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں وہ تمہارے کلام کو اس وقت سن رہے ہیں۔

غزوہ احد

عتیق الرحمن

قریش مکہ جب بدر سے شکست کھا کر مکہ واپس ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ کاروان تجارت جس کو ابوسفیان ساحلی راستے سے بچا کر لائے تھے وہ منافع اور اصل سرمایہ کے ساتھ دار الندوہ میں بطور امانت محفوظ ہے۔ بدر کی اس ہزیمت وشکست کا زخم یوں تو ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے خویش واقارب بدر میں مارے گئے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا اور جذبہ انتقام سے ہر شخص کا سینہ لبریز تھا۔ سرداران قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ کاروان تجارت کی اصل رقم حصص کے مطابق تقسیم کردی جائے اور باقی تمام نفع محمدؐ (ﷺ) سے جنگ کی تیاری میں خرچ کیا جائے، بیک آواز سب نے اس مشورے کو قبول کیا اور اس منافع کو جس کی مقدار پچاس ہزار دینار تھی سب نے اس کام کے لیے جمع کرادیا۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: تحقیق کافر اپنے مالوں کو خرچ کررہے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے روک دیں پس اور بھی خرچ کریں گے اور پھر یہ سب ان پر حسرت اور افسوس ہوں گے پھر آخر مغلوب ہوں گے (الانفال 36)

قریش پوری تیاری کے ساتھ نکلے اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ اشعار سے لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں اور بھاگنے والوں کو غیرت دلائیں۔ اس طرح تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع ہوگیا جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے اور 15 عورتیں تھیں یہ تین ہزار کا لشکر ابوسفیان بن حرب (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں 5 شوال 3 ہجری کو مکہ سے روانہ ہوا تو حضرت عباسؓ نے یہ تمام حالات لکھ کر نبی پاک ﷺ کے پاس ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا اور قاصد کو تاکید کی کہ تین دن کے اندر کسی طرح آپ ﷺ کے پاس یہ خط پہنچادے۔ حضور ﷺ نے یہ خبر پاتے ہی حضرت انسؓ اور مونسؓ کو قریش کی خبر لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ انھوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ طیبہ کے قریب آچکا ہے۔ نیز تعداد معلوم کرنے کے لیے بعد میں حضرت حبابؓ کو بھیجا، انھوں نے ٹھیک اندازہ سے آکر اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے پہرے دار بٹھلادیے۔

اکابر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ مدینہ طیبہ کو قلعہ بنا کر پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے، لیکن جو نوجوان جنگ بدر میں شریک نا ہوسکے تھے اور شوق شہادت میں بے چین تھے انہوں نے یہ رائے دی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے

آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر مشورہ کیا اکابر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ مدینہ طیبہ کو قلعہ بنا کر پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے، لیکن جو نوجوان جنگ بدر میں شریک نا ہوسکے تھے اور شوق شہادت میں بے چین تھے انہوں نے یہ رائے دی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے جن میں حضرت امیر حمزہ، حضرت نعمان بن مالک اور سعد جیسے اکابر بھی شامل تھے۔ رئیس

المنافقین عبداللہ بن ابی سے بھی ہوشیار و تجربہ کار ہونے کی وجہ سے مشورہ لیا گیا اس نے بھی مدینہ طیبہ میں رہ کر مقابلہ کا مشورہ دیا۔ اصرار بڑھا تو آپ ﷺ نے بھی مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کا عزم فرمالیا

یہ جمعہ کا دن تھا آپ ﷺ نے نماز جمعہ کے بعد وعظ فرمایا اور جہاد و قتال کی ترغیب دی یہ سنتے ہی خداوند ذوالجلال کے محبین و مخلصین اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شائقین کی جانوں میں جان آگئی اور سمجھ گئے کہ اب اس دنیا کے جیل خانہ سے ہماری رہائی کا وقت آ گیا ہے۔ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر نبی پاک ﷺ حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ اور دو زرہیں ایک کے اوپر ایک پہن کر مسلح ہو کر باہر تشریف لائے۔ 11 شوال بعد نماز عصر آپ ﷺ ایک ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ جبل احد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کے ساتھ آیا تھا یہ کہہ کر واپس ہو گیا کہ میری رائے نہیں مانی ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں، یہ جنگ نہیں ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمھارا ساتھ دیتے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 167 نازل ہوئی۔

نبی پاک ﷺ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ کرام کی جماعت رہ گئی، جن میں صرف ایک سو آدمی زرہ پوش تھے، اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے ایک آپ ﷺ کا گھوڑا اور ایک ابوبردہؓ کا۔ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے لوگوں میں سے چند افراد نے ابن ابی کی طرح واپسی کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے انکو بچالیا۔ ابھی آپ ﷺ مقام شیخین (مدینہ سے باہر ایک جگہ کا نام ہے) پر تھے کہ مغرب کا وقت ہو گیا حضرت بلالؓ نے آذان دی، آپ ﷺ نے لشکر کو نماز پڑھائی اور یہیں شب کا قیام فرمایا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے تمام لشکر کی پاسبانی کی وقتاً فوقتاً لشکر کا چکر لگاتے اور واپس آکر آپ ﷺ کے خیمہ مبارک کا پہرہ دیتے۔ شب کے آخری حصہ میں آپ ﷺ نے کوچ فرمایا جب احد کے قریب پہنچ کر نماز ادا کی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے جہاد و قتال کے لیے صف بندی کرائی۔

رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے اوپر جہاں دشمن کا خطرہ تھا بٹھایا اور حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو یا مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نا ہٹنا اور نا ہماری امداد کو آنا۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو پہلے پہلے کفار اور مسلمانوں میں سے ایک ایک مبارز و مقابل نکل کر مقابلہ کرتے تھے، یہاں تک کہ کفار کے 22 سردار مارے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت جانثاری سے لڑتے رہے۔ مسلمانوں کے ان دلیرانہ حملوں سے قریش کے میدان جنگ سے پاؤں اکھڑ گئے اور ادھر ادھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں۔

مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے، تیر اندازوں کی جماعت نے جب دیکھا کہ فتح ہو گئی ہے تو وہ نیچے اتر آئے اس طرف سے درہ خالی دیکھ کر خالد بن ولید نے حملہ کر دیا اور فتح شکست میں بدل گئی۔ دوران جنگ حضرت حمزہؓ، حضرت حنظلہؓ، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ مصعب بن عمیر، حضرت یمانؓ، حضرت سعد بن ربیعؓ اور حضرت زیاد بن سکنؓ سمیت ستر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ کفار کے اس حملے میں نبی پاک ﷺ نے ایک بالشت بھی اپنا قدم مبارک نہیں ہٹایا نہ ہی آپ ﷺ کے استقلال میں کوئی تزلزل آیا۔ آپ ﷺ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کبھی آپ ﷺ کے پاس آتی تھی اور کبھی جاتی تھی اور بسا اوقات نبی پاک ﷺ خود بنفس نفیس کھڑے ہو کر تیر اندازی سنگ باری فرماتے۔ یہاں تک کہ دشمن آپ ﷺ سے ہٹ گا بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ اس ہلچل میں چودہ اصحاب رسول نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، ابودجانہؓ و دیگر مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 17 پر)

تعلیمی اداروں میں کام کیسے کریں؟

فیصل محمدزئی

جب میں پہلی مرتبہ سٹوڈنٹ کی حیثیت سے کالج میں داخل ہوا تو میرے ساتھ ایک سینئر کولیگ (ساتھی) تھے۔ انہوں نے مجھے پورے کالج کی سیر کرائی، مختلف شعبہ جات کا تعارف اپنے مخصوص انداز میں کرایا، "بنگلہ دیش" یعنی آرٹسٹ ڈیپارٹمنٹ "یورپ" یعنی سائنس ڈیپارٹمنٹ، "امریکا" یعنی ایڈمنسٹریشن بلاک۔ میں انتہائی دلچسپی سے سیر میں مگن تھا کہ وہ اپنے مخصوص انداز سے ہٹ کر سنجیدگی سے گویا ہوئے: بھیا! کالج کی دوستی گیٹ تک ہوتی، میں تعجب سے ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے وضاحت کی کہ کالج کے تعلقات کالج میں ہی رہ جاتے ہیں بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔

لیکن الحمدللہ ایسا نہیں ہوا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تعلق میں مزید پختگی اور جدائی کی بجائے انسیت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ وہ نظریہ ہے جو انہوں نے ہمیں عطا کیا، ان حضرات سے وابستگی ہے جو شفقت ومحبت کا پیکر ہیں، انہی کی بدولت ہم نے اپنے کالج میں جب ایم ایس او کی یونٹ سازی کی تو ہم صرف چھ دوست تھے، اور جب ہم کالج سے رخصت ہو رہے تھے تعداد سینکڑوں میں تھی۔ انہی دوستوں نے یونٹ سے لے کر ضلع اور ڈویژن تک منظم انداز میں کام کیا۔ ابتدا میں ہمیں کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑا، بہت سارے امور کی سمجھ نہ تھی، اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ہم کالج میں کام کیسے کریں اور اپنی دعوت کس انداز سے پہنچائیں؟ عصری اداروں میں کام کی ابتدا اور فعالیت کے لیے جو چیزیں درکار ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

پہلا کام:

اپنے ادارے میں یونٹ سازی کے بعد سب سے پہلے اپنے ہم خیال اساتذہ کے سامنے اپنی دعوت پیش کریں اور انہیں اعتماد میں لیں۔

اسی طرح دفتری امور سے وابستہ افراد سے اپنا تعارف کرانے کے ساتھ اچھے تعلقات ومراسم قائم کریں۔ پرنسپل صاحب سے وفد کی صورت میں ملاقات کی ترتیب بنائیں اور مناسب انداز میں اپنا تعارف پیش کریں۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ان حضرات کی طرف سے پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

دوسرا کام:

کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں سٹوڈنٹس کی آمد ورفت رہتی ہو، مثلاً Lawns (چمن) وغیرہ۔ ایسی جگہ کو Stand کہا جاتا ہے۔ یہ Stand آپ کا سٹڈی سرکل، مشاورت گاہ، درس قرآن اور باہمی گفت وشنید کا ڈیرہ، یعنی بیک وقت آپ کا آفس اور کامن روم ہوگا۔

Stand کی بنیادی ضرورت:

میں آپ اخبارات، تنظیمی لٹریچر اور اصلاحی رسائل رکھا کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مختلف مزاج واذہان کے سٹوڈنٹس آپ کے پاس بیٹھا کریں گے اور کسی نہ کسی درجہ میں استفادہ کرتے رہیں گے۔ یہ Stand چھٹی تک قائم رہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ادارے میں سٹوڈنٹس کی کوئی نہ کوئی کلاس فارغ ہوتی ہے، کسی کی پہلی کلاس، کسی کی دوسری کسی کی تیسری۔ جن کی پہلی کلاس فارغ ہو ان کی ڈیوٹی پہلے لگائیں، دوسری والوں کی دوسرے نمبر پر اور تیسری والوں کی تیسرے نمبر پر، اسی ترتیب سے نظام بنالیا جائے۔ اس سے دوستوں کی تعلیم بھی متاثر نہیں ہوگی اور Stand بھی قائم رہے گا۔

Stand کا طریقہ:

سٹینڈ میں آپ درس قرآن، درس حدیث اور تربیتی نشستوں کا اہتمام کریں۔ نئے دوستوں (بقیہ صفحہ نمبر 23 پر)

اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مفتی عبدالرازق کراچی

اسلام اور صحابہؓ کرام کی ابتداء یکساں اور وجود میں تلازم ہے، اسلام کی تاریخ صحابہؓ کرام سے شروع ہوتی ہے اور صحابہؓ کرام ہی اسلام کی پہچان اور اسلام کا وجودِ مجسم ہیں۔ حضرات صحابہؓ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مظہر و ثمرہ۔ یہی وہ جماعت ہے جو ہمیشہ اسلام کا پہلا دستہ اور فوجِ نبوی بن کر باطل پر حملہ آور ہوئی، یہی وہ اسلامی لشکر تھا جو اسلام، پیغمبرِ اسلام، اور اسلامی ریاست کے دفاع کا امین وضامن تھا۔ گویا کہ نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی فوج کے سپہ سالار اور کمانڈر رہتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ جماعت اللہ تعالیٰ کا انتخاب بھی تھی اور باکمال بھی۔ مزید فرماتے ہیں جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ اُن لوگوں کی راہ اختیار کرے جو دنیا سے چلے گئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو دنی سے جا چکے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ تھے۔ دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے آداب کو اختیار کرتے رہو (اس لیے کہ) وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

عقیدہ نمبر 01: تمام انبیاء کرام کے بعد خاتم الانبیاء سرور اتقیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے۔ صحابہ کرام سے بغض ونفرت کفر ونفاق اور فسق وعصیان ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر اور افضل ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تمام امتوں سے بہتر وافضل ہے۔ آیت کریمہ! کنتم خیر امتہ اخرجت للناس ترجمہ! تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لیے۔ قرآن کی نص صریح سے امت محمدیہ کی ساری امتوں پر فضیلت بتلائی گئی ہے۔ اور تمام امت محمدیہ میں سب سے افضل وبہتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے، اس لیے تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ تمام انسانوں میں انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کا درجہ ومرتبہ ہے۔

عقیدہ نمبر 02: تمام اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں افضل وبہتر اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام برحق، خلیفۂ مطلق، خلیفۂ بلافصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان حضرات کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ (عقائد اسلام کاندھلوی)

عقیدہ نمبر 03: خلفاء راشدین کے بعد ان صحابہؓ کا مرتبہ ہے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں نام بنام جنت کی بشارت دی وہ دس یہ ہیں چار خلفاء راشدین۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ یہ دس حضرات تمام امت میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، قریش کے سردار ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار اور رشتہ دار ہیں، دین اسلام کے سابقین اولین میں سے ہیں اِن کی خاندانی وجاہت اور اِن کے ذاتی فضائل اور

خصائل اور محاسن اور کمالات اسلام کی تقویت کا باعث بنے۔

عقیدہ نمبر 04: عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کا درجہ اور مقام ہے جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ مطلع ہوا اہل بدر پر پس فرمایا اے اہل بدر تم جو چاہے عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی" ہجرت کے بعد غزوہ بدر پہلا غزوہ ہے جس میں اسلام کو خاص عزت اور کفر کو خاص ذلت حاصل ہوئی، اس غزوہ کے مجاہدین تین سو تیرہ تھے جو رسولوں کا عدد ہے گویا کہ مجاہدین بدر کو بقیہ صحابہؓ پر فضیلت اور رتبہ میں وہی نسبت ہے جو الوالعزم رسولوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام پر ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں (انا لننصر رسلنا۔المؤمن/ 51) اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی نصرت اور مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے آسمان سے اتارے ۔(غور طلب) اہل بدر کے تین سو تیرہ آدمیوں کا گروہ چونکہ حضرات مرسلین کے نقش قدم پر تھا اس لیے ان کے لیے یہ حکم آ گیا "کہ تم جو چاہے کرو" جو چاہے کرو۔ یہ اجازت ہر کس وناکس کو نہیں ہو سکتی اس کا خطاب انہیں پاک اور مخلص بندوں کو ہو سکتا ہے جن کے قدم کی جادہ محبت میں پوری پوری استقامت ثابت ہو چکی ہے۔ اہل بدر کے بعد اہل احد کا مرتبہ ہے، اس غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا اور سید الشہداء حضرت حمزہ اور ستر صحابہؓ کرام اس غزوہ میں شہید ہوئے۔

اہل احد کے بعد اہل بیعت الرضوان کا درجہ ہے، بیعت الرضوان اُس بیعت کا نام کہ جو مسلمانوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بارہ یہ آیت نازل ہوئی البتہ تحقیق اللہ راضی ہوا ان اہل ایمان سے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کے اخلاص کو خوب جانتا ہے۔ غا س آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کرام کے دلی اخلاص کی خبر دی اور اسی دلی اخلاص پر خوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا۔ لہذا معترضین کا یہ کہنا کہ معاذ اللہ کہ صحابہؓ کرام کا ایمان محض ظاہری طور پر تھا اور دل میں وہ تقیہ کرتے تھے، عجب نہیں کہ علام الغیوب کا فرمان "فعلم ما فی قلوبھم" اور اللہ ان کے دلوں کے اخلاص کو خوب جانتا ہے۔ اس وسوسے کے ازالہ کے لیے نازل کیا ہو، کہ صحابہؓ کا ایمان تقیہ سے پاک تھا۔

عقیدہ نمبر 05: صحابہؓ کرام کے بارے میں پوری امت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہؓ کرام کی تعظیم وتکریم، اُن سے محبت رکھنا، اُن کی مدح وثناء کرنا واجب ہے، اس لیے کہ سورت حشر آیت/ 10 میں اللہ نے پوری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین طبقے بیان کیے مہاجرین، انصار اور باقی تمام امت۔ مہاجرین وانصار کے خاص اوصاف اور فضائل بھی اس جگہ ذکر فرمائے، مگر باقی امت کے فضائل اوصاف میں صرف ایک چیز بتلائی کہ وہ صحابہؓ کرام کی سبقتِ ایمانی اور ایمان کے ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہونے کو پہچانیں، اور سب صحابہؓ کے لیے دُعائے مغفرت کریں اور اپنے لیے یہ دعا کریں کہ ہمارے دلوں میں کسی صحابی سے کینہ اور نفرت نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا صحابہؓ کرام کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں ان کا ایمان و اسلام قبول ہونے اور نجات پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ صحابہؓ کرام کی عظمت ومحبت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور اُن کے لیے دعا کرتے ہوں۔ جس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی وہ مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورہ حشر کی یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ کرام کی محبت ہم پر واجب ہے۔ (معارف القرآن مفتی شفیع عثمانی) آیات کا ذیل دیکھیں۔

عقیدہ نمبر 06: صحابہؓ کرام کے درمیاں جو باہمی اختلافات اور نزاعات پیش آئے جیسے جمل اور صفین کا جھگڑا ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و ہوس اور حُبِّ جاہ اور حُبِّ ریاست اور طلبِ رفعت اور منزلت سے اس کو دور سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ نفسِ امارہ (گناہ کرانے والا) کی کمینہ اور رزیل خصلتیں ہیں اور اِن بزرگوں کے نفوس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کیمیا اثر کی برکت سے ہوا و ہوس اور حرص وکینہ اور حبِ مال اور حُبِّ جاہ سے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہو چکے تھے۔ اسی وجہ سے تمام اُمت کا اجماع ہے کہ ہزاراں ہزار جنید، ہزاراں ہزار شبلی اور بایزید ایک ادنیٰ صحابی کے نقشِ پا کو نہیں پہنچ سکتے۔

صحابہؓ کرام کے نفوس اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے نفسِ امّارہ کی رزیل خصلتوں سے پاک ہوچکے تھے لیکن صحابہؓ کرام بشر اور انسان تھے ، ملائکہ اور انبیاء نہ تھے جو غلطی سے معصوم رہتے بمقتضائے بشریّت اجتہادی خطا کا واقع ہوجانا شانِ تقویٰ اور ورع کے منافی نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ تحقیق اور بلاشبہ پرہیزگار لوگ جنت کے باغوں اور چشموں میں ہونگے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہوجاؤ اور ان متقی اور پرہیزگاروں کے سینوں میں اگر کوئی رنج اور کدورت ہوگی تو اِس کو اُن کے دل سے نکال دیں گے مخلص بھائی ہونگے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہونگے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی متقیوں اور پرہیزگاروں کے دلوں میں بھی باہمی رنجش اور کدورت ہوتی ہے اور وہ رنج اور کدورت اُن کے لیے مضر نہیں ہوتی اور نہ ان کے تقویٰ کے منافی ہوتی ہے اور نہ جنت میں جانے کے لیے مانع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے مجھے امید ہے کہ میں اور طلحہؓ اور زبیر رضوان اللہ علیہم اِنہیں لوگوں میں سے ہونگے۔

پس مشاجراتِ صحابہؓ کو اس آیت کے ماتحت سمجھیں۔ (ضروری تنبیہ) اہلِ سیر اور اہلِ تاریخ نے مشاجراتِ صحابہؓ کے متعلق جو واقعات نقل کیے اگر بالفرض اُن واقعات کو صحیح تسلیم کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اُن سے ظن کا فائدہ حاصل ہوگا اور آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ سے جو صحابہؓ کرام کے فضائل اور مناقب میں ثابت ہیں وہ سب قطعی اور یقینی ہیں اور محض تاریخی خبروں کی بنا پر صحابہؓ کرام پر لعن وطعن کرنا اور نصوصِ قطعیّہ سے اعراض کرنا بے دینی ہے۔ اور یاد رہے صحابہؓ کرام قرآنی شخصیات ہیں تاریخی نہیں۔ پس اہلِ ایمان کو چاہیے کہ تاریخی قصوں اور افسانوں کی بنا پر صحابہؓ کرام سے بدگمان ہوکر اپنا ایمان خراب نہ کریں، قرآن اور حدیث نے صحابہؓ کرام کے متعلق جو خبر دی ہے وہ حق اور سچ ہے اور جو اُس کے خلاف ہے وہ غلط ہے قرآن کریم کی بارہ سو آیات صحابہؓ کرام کی مدح و منقبت بیان کرتی ہیں۔

امامِ قرطبی رحمہ اللہ تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں کہ "یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھی، یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے زبان روکے رکھیں اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقہ پر کریں کیونکہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اِن کو معاف فرما رکھا ہے اور ان سے راضی ہے" (مقامِ صحابہؓ مفتی شفیع صاحب/ 95)

شیخ ابن ہمام شرح "مسامرہ" میں مشاجراتِ صحابہؓ کے متعلق لکھتے کہ "اہلِ سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام صحابہؓ کو لازمی طور پر پاک صاف مانتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ہر ایک کا تزکیہ فرمایا ہے۔ نیز اُن کے متعلق اعتراضات کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اُن سب کی مدح وثناء کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی مزید لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔ (جاری ہے)

بقیہ: تعلیمی اداروں میں کام کیسے کریں؟

سے تعارف اور ساتھ جڑنے کی دعوت دیں۔ روزمرہ کے مذہبی مسائل کا مذاکرہ کریں۔ علمی، ادبی اور طنز و مزاح کو بھی شامل کرتے رہیں۔

تیسرا کام:

سات یا آٹھ دوستوں پر مشتمل ایک ویلفیئر سوسائٹی قائم کیجیے۔ اس ویلفیئر سوسائٹی کی درج ذیل ذمہ داریاں ہوں گی۔

1: طلبہ امور سے متعلق دفتر سے آنے والی پوری معلومات رکھنا۔

2: پی ایس سکالرشپ کی معلومات رکھنا اور ناظم صاحب کو مطلع کرتے رہنا۔ 3: تمام دوستوں کے بلڈ گروپ کا ریکارڈ رکھنا اور بوقت ضرورت ان سے رابطہ کرنا۔

یہ ویلفیئر ناظم تربیتی امور اور ناظم صاحب کی مشاورت کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ (دوسری قسط فروری کے شمارے میں)

آن لائن صحافت کورس

عبدالرؤف چوہدری

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان دینی وعصری طلبہ پر مشتمل ایک خودمختار سٹوڈنٹ تنظیم ہے جو نوجوانوں بالخصوص طلبہ برادری میں علم وعمل، فلاح وتقوی اور شعور وآگہی پیدا کرنے کے لیے شب وروز کوشاں ہے اور ان میں بحثیت مسلمان اور بحثیت پاکستانی اپنی ذمہ داریوں پر کاربند رہنے کا احساس وفکر اجاگر کر رہی ہے۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کی روز اول سے ہی کوشش رہی ہے کہ اپنے ذمہ داران وکارکنان کو اور امت مسلمہ کے نوجوانوں کو علمی اور فنی میدان میں مضبوط کر کے ملک وملت کی خدمت کے لیے معاشرے میں بھیجا جائے تا کہ ان کی انتھک کوششوں سے معاشرے میں پھیلے ہوئے ناسور کا خاتمہ ہو سکے۔ اسی وجہ سے ایم ایس او پاکستان جہاں اپنے تنظیمی تربیتی پروگرامات، سیمینار اور ورکشاپس کا انعقاد کرتی ہے وہیں پر طلبہ کو مختلف علوم وفنون سے آراستہ کرنے کے لیے ان لائن اور آف لائن تربیتی کورسز کا بھی انعقاد کرتی رہتی ہے۔

اسی کے پیش نظر مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان نے شعبان المعظم میں مختلف اضلاع میں **ہفت روزہ فہم دین کورس** کے نام سے کورسز کا انعقاد کیا، جن میں عقائد الاسلام کے ساتھ ساتھ درس قرآن ودرس حدیث کے ذریعے دینی وعلمی پیغام پہنچانے کے لیے فن خطابت کا عنوان بھی رکھا گیا اور عملی مشق پر خصوصی توجہ دی گئی۔ کورس کے اختتام پر بہت سارے وہ طلبہ جنہوں نے کبھی گفتگو نہیں کی تھی وہ بھی الحمدللہ بلا جھجک اچھی گفتگو کے قابل ہو گئے تھے۔ اسی طرح فہم دین کورسز میں قلمی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے ایک عنوان فن صحافت کا بھی رکھا گیا جس میں صحافت کی مختلف اقسام کی مشق کرائی گئی۔

رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں عبادات کے ساتھ ساتھ مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کی قیادت نے اضلاع میں یونٹ سطح پر "**فہم دین کورس**" کے نام پر تربیتی کورسز کرانے کی پالیسی جاری کی، الحمدللہ بہت سے اضلاع نے محلہ جاتی یونٹس اور یونیورسٹیوں میں ان کورسز کا انعقاد کیا اور نوجوانوں کو نماز کا طریقہ کار، نماز کے مسائل واحکام، وضوء اور غسل کا طریقہ اور فرائض وواجبات یاد کرائے اور آخری دس سورتیں یاد کرائی گئیں۔

اسی طرح رمضان المبارک میں ہی ایم ایس او ساؤتھ پنجاب کی طرف سے **موبائل گرافکس اینڈ ویڈیو ایڈیٹنگ کورس** کا انعقاد کیا گیا، گرافک ڈیزائننگ آج کے دور کا بہترین فن ہے جسے ہر نوجوان سیکھنے کا خواہش مند ہے لیکن چونکہ لیپ ٹاپ یا کمپیوٹر تک ہر فرد کی رسائی نہیں اس لیے اپنی تنظیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے موبائل پر کام کیسے کیا جائے، اشتہار کیسے ڈیزائن کیے جائیں اور مختلف مواقع پر پروفائل ڈی پیز کیسے بنائی جائیں جیسی چیزیں سکھائی گئیں۔ گرافک کورس میں مختلف مدارس اور یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس نے حصہ لیا اور نمایاں کامیابی حاصل۔ تدریس کے فرائض راقم نے ادا کیے۔

طویل عرصے سے بہت سے دوستوں کی طرف سے اصرار تھا کہ ہمیں لکھنے لکھانے کے حوالے سے کچھ رہنمائی کی جائے، بارہا کوشش کے باوجود بھی کوئی ترتیب نہ بن سکی، شاید منظور خدا نہیں تھا، مختلف رکاوٹوں کا سامنا رہا، اور جب ترتیب بنی تو بغیر سوچے اچانک ہی بن گئی اور جماعت کی طرف سے **آن لائن صحافت کورس** کا اعلان کر دیا گیا۔ سوشل میڈیا پر اشتہار کے آتے (بقیہ صفحہ نمبر ۲۶ پر)

تربیتی کنونشن

ضرورت اہداف اور مقاصد

شعبہ تربیتی امور ایم ایس او پاکستان

روحانی اور علمی ترقی ہو یا نظریاتی پختگی سے کچھ نہ کچھ حاصل کرنا آسان ہو۔

یہ سب کچھ انسان کے اندر وہ جذبہ بیدار کرتی ہے جو کسی تحریک کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے یعنی قربانی کا جذبہ، چنانچہ تربیتی پروگرام کارکن کی علمی، عملی اور روحانی ترقی کا ذریعہ بن کر قربانی پر ابھارتے ہیں۔

تربیتی کنونشن ہماری تنظیم میں بنیادی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے، جس میں ملک بھر سے کارکن اور زمہ دار طویل سفر کر کے تین دن کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر تنظیم کے حوالے کرتے ہیں ،اس دور میں جب کہ ہر کوئی وقت کی کمی کا رونا روتا نظر آتا ہے، ایک بامقصد مشن اور نظریے کے لئے طویل سفر کرنا، سفر کی مشکلات برداشت کرنا خاص کر طلبہ اور نوجوانوں کے لئے مشکل امر ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ الحمدللہ ہر سال شوق اور شرکت دونوں میں اضافہ ہی نظر آتا ہے، جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کنونشن کی اہمیت کے پیش نظر ہر نظریاتی ساتھی کو اس کنونشن میں ضرور شرکت کرنی چاہیے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی شرکت کو بامقصد بنانے کے لئے ہمہ تن کوشش اور توجہ کرے۔

تربیت سیکھنے کو کہتے ہیں، سیکھنے کا عمل توجہ کا تقاضہ کرتا ہے ،کنونشن سے متعلق ہدایات میں اس چیز کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ ہر شریک کو اس

> اس کنونشن کی اہمیت کے پیش نظر ہر نظریاتی ساتھی کو اس کنونشن میں ضرور شرکت کرنی چاہیے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی شرکت کو بامقصد بنانے کے لئے ہمہ تن کوشش اور توجہ کرے۔

نظریاتی پختگی:

نظریاتی کارکن کسی بھی تحریک کا اہم عنصر ہوتے ہیں۔ کارکن کی نظریہ سازی کے لیے لٹریچر، دعوتی پروگرامات ابتدائی طور پر جب کہ اگلے مرحلہ میں نظریاتی پختگی کے لیے تربیتی اجتماعات میں شرکت ضروری ہوتی ہے۔ تربیتی پروگرام چاہے جس سطح کے بھی ہوں اس میں چونکہ منتخب اور مقرر کردہ اہم موضوعات پر تجربہ کار افراد بامقصد گفتگو کرتے ہیں جس سے سننے والوں کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے، اکثر مقررین میدان علم وعمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ جن کی گفتگو سے سامع کو عملی تربیت حاصل کرنا آسان ہوتی ہے۔ چونکہ تربیتی اجتماعات کے لیے انسان گھر بار اور کچھ عرصے کے لیے تمام مصروفیات ترک کر کے نکلتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت قربانی لگنے کے سبب دوچند ہوجاتی ہے۔ اسی طرح علاقے، صوبے یا ملک بھر کے کارکنوں اور قیادت سے چند دن مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے جس سے باہمی حالات اور تحریکی معلومات کا تبادلہ آسان ہوتا ہے، غرض یہ کہ تربیتی اجتماع کا اہم مقصد کارکن کی نظریاتی پختگی ہے۔

علمی وروحانی ترقی:

تربیتی پروگرامات کا ایک اور مقصد علم اور روحانی طاقت میں

ترقی ہے۔اہل علم کی محفل میں بیٹھ کران سے کسب فیض کے ساتھ دنیا سے ترک تعلق کر کے تین دن محض اللہ تعالی کی رضا کے لیے دین کی فکر میں لگانے سے انسان کے اندر روحانی طاقت کا خودبخود اضافہ ہوتا ہے،اس کا نتیجہ دین کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے جذبے کے طور پر سامنے آتا ہے۔روحانی اور علمی ترقی ہو یا نظریاتی پختگی یہ سب کچھ انسان کے اندر وہ جذبہ بیدار کرتی ہے جو کسی تحریک کی کامیابی میں اہم کردارادا کرتا ہے یعنی قربانی کا جذبہ، چنانچہ تربیتی پروگرام کارکن کی علمی وروحانی ترقی کا ذریعہ بن کر قربانی پر ابھارتے ہیں ، یہی وہ جذبہ ہوتا ہے جو کسی نظریاتی تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچا کر دم لیتا ہے۔

عمل کا جذبہ:

تربیتی اجتماع میں ایک تو عام شرکاء یعنی سامع ہوتے ہیں ،دوسرے اجتماع کا نظم ونسق چلانے والے ارکان یا ذمہ داران،ظاہر ہے کہ ذمہ دار پرانے تحریکی ساتھی ہی ہوتے ہیں جو کسی وقت عام سامع کی طرح ان اجتماعات میں شریک ہوا کرتے تھے،ان میں سے اکثر کو کارکن جانتے ہوتے ہیں،اب اجتماع میں شریک ذمہ دار جہاں تقاریر ودیگر ذرائع سے تربیت دیتا ہے،وہاں عام کارکن،ذمہ داران کو ان پروگرامات کا نظم ونسق چلاتے،نظم وضبط قائم رکھتے اور شرکاء کو ڈیل کرتے دیکھتا ہے تو اس میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے،یوں ایک عملی تربیت کا ذریعہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس کی طرف عام طور پر تربیتی پروگرام میں شریک ہونے والے تو درکنار اس کا نظم چلانے والوں کی بھی توجہ نہیں جاتی، جب کہ یہ ایک لطیف مگر فائدہ مند پہلو ہے، یہاں تمام مقاصد اور فوائد کا تذکرہ یا احاطہ ممکن نہیں ، اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ تربیتی پروگراموں کے مقاصد ان ہی میں محدود ہیں۔

اهداف:

تربیتی پروگرام کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ تحریک کی دعوت پر لبیک کہہ کر اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہوں ان کی عملی ونظریاتی تربیت کر کے ان کو مستقبل میں تحریک کی قیادت وسیادت کے قابل بنایا جائے اور یہ ہدف تحریک کی حد تک محدود نہیں بلکہ یہ تربیت یافتہ نظریاتی قیادت مستقبل میں ملک اور قوم کی قیادت کا فریضہ انجام دینے کے قابل ہو،اور ہماری تحریک کے مقاصد میں شامل ہے کہ ملک کی تعمیر وترقی کے لئے صالح ، باکردار قیادت کی تشکیل کی جائے اور یہ تربیتی اجتماعات قیادت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اسی طرح تربیتی اجتماعات کا یہ بھی ہدف ہوتا ہے کہ ماہوار، سہ ماہی، ششماہی، یا سالانہ تربیتی اجتماعات میں شرکاء کی تعداد اور کام کی رفتار کا جائزہ لیا جاسکے۔اور یہ بھی اندازہ لگایا جاسکے کہ ہمارا دعوتی کام کس حد تک درست اور کامیاب جارہا ہے۔اس طرح ان اجتماعات کے انعقاد میں باقاعدگی،نظم وضبط ،اجتماعات کی کامیابی سے مقامی، ضلعی ،صوبائی ، یا ملکی ذمہ داران کی کارکردگی جانچنے کا موقع ملتا ہے، یوں یہ تربیتی اجتماعات ایک آلے کی طرح کام کی رفتار ماپنے کا کام دیتے ہیں۔

بقیہ آن لائن صحافت کورس

ہی دوست احباب نے رابطے شروع کر دیے اور یوں داخلوں کا سلسلہ شروع ہوگیا،کورس کو کارآمد بنانے کے لیے انتہائی قلیل رجسٹریشن فیس بھی رکھی گئی تاکہ شرکاء کو احساس رہے کہ ہم نے اپنا پیسہ خرچ کیا ہے۔داخلوں کے بعد الحمدللہ باقاعدہ طور پر کلاسز شروع ہوچکی ہیں۔مکمل کورس بذریعہ وٹس ایپ کرایا جارہا ہے۔کورس میں تقریباً 120 کے قریب شرکاء شریک ہیں۔اس کورس کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔کورس کے نصاب میں صحافت کی اقسام مضمون نویسی ، کالم نگاری، کہانی نویسی ،مقالہ نگاری، انٹرویو کا طریقہ اور اقسام اور خبر کیسے تیار کی جاتی ہے کے ساتھ ساتھ پانچ اسباق مطالعہ سے اور پانچ اسباق اردو املا کے اصول وضوابط سے متعلق ہیں۔صحافت کورس ایک ماہ پر مشتمل ہے اور کورس کے اختتام پر تمام شرکاء کو سند بھی جاری کی جائے گی۔اللہ تعالیٰ اس کورس کو شرکاء کورس کے لیے نافع بنائے اور اس سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے آمین۔

ایک اذان، 22 شہداء

ایک ایسا واقعہ جس نے سارے کشمیر کو ہلا دیا تھا

حکیم شاکر فاروقی

31 جولائی 1931ء کی ایک گرم دوپہر تھی جب آزادی کے ایک متوالے عبدالقدیر نامی نوجوان کو سری نگر جیل میں لایا گیا۔ یہاں اس کی ایک تقریر کا ٹرائل ہونا تھا جو اس نے خانقاہ معلیٰ میں ایک مجمعے سے کی تھی۔ اس کا قصور یہ تھا کہ اس نے اپنے آقاؤں کا کچا چٹھا کشمیری عوام کے سامنے کھولا تھا۔ عبدالقدیر دراصل افغانی تھا لیکن پشاور میں ایک انگریز فوجی افسر کے ہاں ملازم تھا۔ فوجی افسر جب کشمیر آیا تو اسے بھی ساتھ لیتا آیا۔ یہاں آ کر اس نے جب بھولے بھالے کشمیری عوام کا حال دیکھا تو تڑپ اٹھا۔ اس نے ان نہتے اور معصوم لوگوں کو بتایا کہ تم کس طرح ظلم کی دوہری چکی میں پس رہے ہو؟ ایک جانب صلیبی انگریز تمہارے اوپر مسلط ہے تو دوسری جانب ہندو ڈوگرہ راجا ہری سنگھ راج کر رہا ہے۔ یہ تقریر خفیہ پولیس والوں نے ضبط کر لی اور چند دنوں میں اس ”جرم عظیم“ میں عبدالقدیر کو گرفتار کر لیا گیا۔ لوگوں نے اس بدمعاشی و دہشت گردی پر ٹھیک ٹھاک احتجاج کیا۔ مجبوراً حکومت کو عبدالقدیر کا ٹرائل جیل میں ہی کرنا پڑا۔ مہمان قیدی سے اظہار یک جہتی کے لیے پانچ ہزار کے قریب کشمیری جیل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جب وکیل صفائی مولوی عبداللہ اندر جانے لگے تو چند پُرجوش نوجوان بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ مولوی صاحب کے سمجھانے بجھانے پر واپس آ گئے لیکن ان کے دلوں میں جوالا واپک رہا تھا، اس سے سفید چمڑی والے آقا اور سانولی رنگت والے ایلیٹ غلام بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ وزیر اعظم جارج کیمبل ویکفیلڈ نے فوراً ایک ڈپٹی انسپکٹر جنرل، ایک انسپکٹر، دو سب انسپکٹر، پانچ ہیڈ کانسٹیبلز اور ایک سو ساٹھ ڈنڈا بردار سپاہی بلا لیے۔ افسرانِ اعلیٰ کے پاس ریوالور جب کہ کانسٹیبلز کے پاس رائفلیں تھیں جو گولیوں سے پوری طرح لوڈ تھیں۔ ظہر کا وقت ہوا تو جیل کے سامنے بنی دیوار پر کھڑے ہو کر ایک نوجوان اذان دینے لگا تا کہ پانچ ہزار کا مسلمان مجمع نماز ادا کر سکے۔ اچانک ایک طرف سے گولی چلنے کی آواز آئی۔ اذان دینے والے نوجوان کی آواز ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھی۔ اس کا سینہ خون کے فواروں کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ یہ اذان مکمل کرنے کے لیے دوسرا نوجوان اٹھا اور جہاں پہلے نوجوان نے اذان چھوڑی تھی، دینے لگا۔ اسے بھی بھون دیا گیا۔ پھر تو ایمان کی حرارت کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ آسمان دنگ رہ گیا۔ بائیس نوجوانوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اذان مکمل کر دی۔ انگریز آقا کی خوشنودی میں بے خود ڈوگرہ گورنر رائے ترلوک چند نے آزادانہ فائرنگ کا حکم دے دیا۔ پندرہ منٹ سرِ عام گولی چلتی رہی اور بیسیوں لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے رہے۔ سری نگر رائٹس انکوائری کمیٹی کے مطابق پولیس نے ایک سو اسی راؤنڈ فائر کیے جس کے نتیجے میں سترہ لوگ موقع پر جاں بحق ہو گئے، جبکہ پانچ کچھ عرصے بعد چل بسے۔ یوں آزادی کشمیر کی داستان نہتے، معصوم اور بے بس و بے کس عوام کے سرخ خون سے لکھ لی گئی۔ اس سانحے کو تاریخ میں ”یومِ شہدائے کشمیر“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اتنا دل دوز، سنگین، سفاکانہ اور بے رحمانہ تھا جس سے اپنے تو رہے ایک جانب، پرائے بھی چیخ اٹھے۔ عوام الناس کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ جیل کے ایک حصے کو آگ لگا دی گئی۔ ملک گیر احتجاج شروع ہو گیا۔ حکومت کے لیے عوام کو کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔ کئی دن تک اندرون کشمیر ٹرانسپورٹ بند رہی۔ سنگین حالات کے سبب مقامی بزرگ خواجہ نور محمد نقشبندی نے اپنے بزرگوں کے احاطے میں یہ میتیں دفن کروا دیں۔ یہ احاطہ اب ”زیارت مزارِ شہداء“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسلسل اٹھاسی سال تک ہر کوئی اس پر اشک بار رہا۔ حتیٰ کہ 31 مئی کشمیر کا قومی دن قرار دے دیا گیا۔ ہندو نواز اور غیر ہندو نواز ساری تنظیمیں اس تاریخ

کو احاطہ مزارِ شہداء پر حاضری دیتیں، گل پاشی کرتیں اور گارڈ آف آنر پیش کیا جاتا۔ وزیرِ اعلیٰ کشمیر خود حاضر ہوتا، شہداء کے لیے فاتحہ خوانی کی جاتی اور کشمیر کو آزادی دلانے بارے نعرے لگائے جاتے اور عہد باندھے جاتے۔ یہ ایسا نادر اور یادگار موقع ہوتا جب سارے کشمیری ایک پیج پر کھڑے ہوتے۔ آقا کے خوش نود اور بدخواہ غرض تمام لوگ یک جان ہو جاتے۔ پھر بدقسمتی سے اگست 2019 آ گیا۔ جب انڈیا کی مودی حکومت نے کشمیر کو قومیانے اور اس کی الگ ریاستی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ گذشتہ سال پہلی مرتبہ حکومتی سطح پر 31 جولائی کے موذن شہداء کو شہیدوں کی فہرست سے نکال کر "بلوائیوں" کی فہرست میں ڈال دیا گیا۔ قومی چھٹی منسوخ کر دی گئی اور ان کی قبروں پر حاضری دینے والے عوام کو بھی "آتنک وادیوں" کی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔ یوں کشمیریوں کے درمیان اتفاق کی ایک اور علامت ملیا میٹ کر دی گئی۔ مودی سرکار سمجھتی ہے شاید ایسے بوگس اور اوچھے ہتھکنڈوں سے بہادر، غیور اور نڈر کشمیری قوم کے دلوں سے آزادی کی شمع کی لو بجھا دے گی۔ یہ اس کی بھول ہے۔ یہ ہتھیار ہزاروں سال پہلے بخت نصر نے بھی آزمایا تھا۔ جب بنی اسرائیل کو ان کے وطن سے نکال کر ہر نشانی کو آگ لگا دی تھی۔ حتیٰ کہ جب ایک پیغمبر کا گزر وہاں سے ہوا تو پکار اٹھے "کیا یہ بستی دوبارہ بھی تعمیر ہوگی؟" ٹھیک ایک سو سال میں اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو پہلے سے بھی زیادہ آن بان سے آباد کر کے دکھا دیا۔ سیانے کہتے ہیں، برتن جتنا زیادہ آگ کی بھٹی میں رہتا ہے اتنا ہی سخت اور پکا ہوتا ہے۔ مسِ خام کو کیمیا بنانے کے لیے اسے دیر تک شعلوں کی زد میں رکھا جاتا ہے۔ کشمیری عوام یہ پہلا واقعہ نہیں دیکھ رہے، نہ ہی انہیں پہلی بار ایسے ستم کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس سے پہلے 31 دسمبر 1892 کو ایک نومسلم کی زمین اس کے ہندو بھائی کے نام کر دی گئی، قصور صرف اس کا اسلام قبول کرنا تھا۔ جس پر اچھا خاصا ہنگامہ ہوا لیکن بات وہی ڈھاک کے تین پات رہی۔ 29 اپریل 1931ء کو مرکزی مسجد کے خطیب مفتی محمد اسحاق صاحب نے دوران خطبہ مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم اور جبر و قہر کا تذکرہ کیا تو انتظامیہ بپھر گئی۔ مفتی صاحب کو زبردستی یہ خطبہ دینے سے روک دیا گیا۔ ایک کشمیری نوجوان میر حسین بخش نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن آقاؤں کی لونڈی عدالت کیا کر سکتی تھی؟ نتیجہ بے سود رہا اور کیس فائلوں کے وزن کے نیچے دب گیا۔ 4 جون 1931ء کو ایک ہندو وارڈن بالک رام نے ایک مسلمان سپاہی کا بستر کیچڑ میں پھینک دیا، جس پر قرآن مجید کی چند منتخب سورتوں پر مشتمل پنج سورہ بھی رکھا ہوا تھا۔ یہ پنج سورہ بھی گند میں لت پت ہو گیا۔ عوام الناس اس بے حرمتی پر آپے سے باہر ہو گئے۔ معاملہ عدالت میں لے جایا گیا لیکن نتیجہ پہلے واقعات سے ذرہ برابر مختلف نہ تھا۔ کسی نے ہندو وارڈن سے معافی تک کا وعدہ نہ لیا۔ یہ معاملہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ ٹھیک سولہ دن بعد 20 جون 1931ء کو سری نگر کے پبلک ٹوائلٹس سے قرآن مجید کے ٹکڑے ملے۔ اس پر ایکشن لیا گیا لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ غرض 1931ء میں کئی واقعات پے در پے ہوئے جن کا نتیجہ بہتے ہوئے لاوے کی صورت میں نکلا اور "شہدائے کشمیر" والا قضیہ پیش آیا۔ کشمیری عوام کئی سو سال سے غلامی کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی یہ حالت انہیں کندن بنا رہی ہے۔ شاید ذاتِ باری تعالیٰ اس قوم کو دنیا پر حکمرانی کے لیے تیار کر رہی ہو۔ کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ جنگیں محض طاقت، قوت یا بہادری کے بل بوتے پر نہیں جیتی جا سکتیں۔ ان کے لیے جذبے، ہمت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے جو کشمیری عوام میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ ظلم کی چکی گھومتی ضرور ہے لیکن اس کے نتیجے میں آزادی، خودداری اور باہمتی کا آٹا نکلتا ہے جس سے ایک عالم فیض پاتا ہے۔ اے میرے کشمیری بھائیو! گھبراؤ نہیں! فتح اور آزادی اب تمہارے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔ بس تھوڑی سی ہمت اور!!! حریت کا سورج طلوع ہونے والا ہے ان شاء اللہ العزیز۔ کیوں کہ اب وادی کا ہر ہر بچہ عبدالقدیر، برہان وانی اور افضل گورو ہے۔ جب احتجاج بڑی سطح سے اتر کر عام آدمی کی دہلیز تک پہنچ جائے تو بڑے سے بڑا سد راہ بھی خس و خاشاک ثابت ہوتا ہے۔

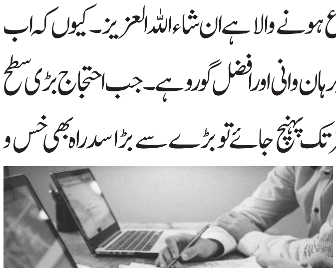

فلسطین، او آئی سی اور آپ تو جذباتی ہو گئے

آصف محمود، اسلام آباد

ایک ایسے وقت میں اسرائیل فلسطینی بچوں کا قتل عام کر رہا ہے اور اس کے حلیف اس کے لیے اسلحہ کے انبار بھیج رہے ہیں، اگر کوئی شخص او آئی سی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی فلسطینیوں کو صرف خوراک اور کفن بھجوانے کی بجائے ساتھ اسلحہ بھی روانہ کرے تو کیا یہ ایک بچگانہ موقف ہوگا اور کیا ایسے آدمی کو یہ طعنہ دیا جا سکتا ہے کہ تمہارا مطالبہ تو بالکل جذباتی، سطحی اور غیر منطقی ہے اور تم تو بین الاقوامی تعلقات اور قانون کی نزاکتوں سے بے بہرہ اور لاعلم ہو؟

او آئی سی کا مینڈیٹ کیا ہے؟ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ فلسطین کے لیے فوجی امداد دینا اور نجی اور ریاستی، ہر دو سطح پر فلسطین کے لیے عسکری اور فوجی مدد فراہم کرنا او آئی سی کے باقاعدہ مینڈیٹ میں شامل ہے۔ اسلامک آفس فار ملٹری کوآپریشن ود فلسطین، کا ادارہ اسی لیے وضع کیا گیا تھا۔

اس لیے اگر کوئی شخص او آئی سی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ صرف خوراک اور کفن نہ بھیجے بلکہ باقاعدہ فوجی مدد روانہ کرے تو یہ مطالبہ او آئی سی کے مینڈیٹ کے عین مطابق ایک منطقی اور جائز مطالبہ ہے۔ او آئی سی بنی کس لیے تھی؟ یہ ادارہ بنایا ہی القدس، مسجد اقصی اور فلسطین کے لیے گیا تھا۔ مسجد اقصی میں آگ لگائی گئی تو یہ ادارہ وجود میں آیا تھا۔ او آئی سی کے چارٹر کے آرٹیکل 2 میں اس ادارے کے قیام کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ذیلی دفعہ پانچ میں بیان کیا گیا کہ مقامات مقدسہ کی حفاظت، فلسطینیوں کے جدوجہد میں معاونت اور ان کے حقوق کے حصول اور آزادی کی جدوجہد کی کامیابی کے لیے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ انتہائی اہم بات ہے کہ چارٹر میں اس تناظر میں صرف ایک ریاست کا نام لے کر بات کی گئی ہے اور وہ فلسطین ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ او آئی سی کے جنرل سیکرٹریٹ کا صدر مقام یروشلم ہے۔ او آئی سی کے چارٹر کے آرٹیکل پانچ میں طے کیا گیا کہ چونکہ یروشلم اس وقت اسرائیل کے ناجائز قبضے میں ہے تو ہم عارضی طور پر یہ سیکرٹریٹ جدہ میں قائم کر رہے ہیں اور جیسے ہی بیت المقدس آزاد کرا لیا جائے گا تو یہ سیکرٹریٹ یروشلم منتقل کر دیا جائے گا۔ یعنی بیت المقدس کی آزادی او آئی سی کے چارٹر کا حصہ ہے۔ یہ آزادی خوراک اور کفن بیج کر تو ملنے سے رہی۔ ایسے میں کوئی آدمی او آئی سی سے فوجی کارروائی کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ جذباتی بات نہیں۔ یہ آرٹیکل دو کی طرح آرٹیکل پانچ کا تقاضا بھی ہے۔ او آئی سی کی شان نزول ہی فلسطین ہے۔ اس معاملے کی حساسیت کو یوں سمجھیے کہ او آئی سی کے چار اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل ہیں۔ ان میں سے ایک اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل کا کام صرف اور صرف القدس کے معاملات کو دیکھنا ہے۔ او آئی سی نے ایک القدس کمیٹی بھی بنا رکھی ہے جس کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ فلسطین اور القدس کے معاملات کو سٹڈی کرتی رہے اور انہیں دیکھتی رہے اور اقدامات تجویز کرے اور اس ضمن میں کوئی قرارداد آئے تو اس پر عملدرآمد کے معاملات کو یقینی بنائے۔

او آئی سی کی اعلانیہ پالیسی میں لکھا ہے کہ فلسطین کی آزادی کے لیے جہاد کیا جائے گا اور اس جہاد کے تین پہلو ہوں گے۔ معاشی، سفارتی اور عملی یعنی عسکری۔ عسکری جہاد کے باب میں لکھا ہے کہ یہ عام افراد کی سطح پر بھی ہوگا اور ریاستی سطح پر بھی ہوگا یہاں تک کہ القدس آزاد ہو جائے۔

فلسطین کی آزادی کی انہی کاوشوں کی عملی شکل کے طور پر اسلامک آفس فار ملٹری کوآپریشن ود فلسطین، کا ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارے کی ذمے لگایا گیا کہ وہ فلسطین کی آزادی کے لیے فلسطین میں کوشاں گروہوں کی ہر طرح کی معانت کرے۔ او آئی سی نے اس کے لیے ایک متفقہ قرارداد پاس کی کہ

ایک فوجی جرنیل اس ادارے کا سربراہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس وقت ایک پاکستانی جرنیل کو اس ادارے کا سربراہ بنایا گیا۔

او آئی سی کا آفیشل موقف ہے کہ نہ صرف تمام مسلمان حکومتیں فلسطین کی آزادی کے لیے کام کریں ن، بلکہ عام لوگ بھی کام کریں اور عام لوگ بھلے اسلامی ممالک میں قیام پزیر ہوں یا غیر مسلم ممالک میں، وہ جہاں بھی ہوں، جس قدر ممکن ہو فلسطین کے کاز کی حمایت کریں۔ اب اگر او آئی سی براہ راست مسلم عوام کو مخاطب کر کے ان سے یہ کہہ سکتی ہے کہ وہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جہاں بھی ہیں فلسطینی کاز کے لیے کام کریں تو کوئی مسلمان آگے سے یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ او آئی سی بھی اپنے چارٹر کے آرٹیکل دو اور پانچ پر عمل کرے؟

یہ ایک فیشن سا بنا لیا گیا کہ مروجہ ملامتی طرزِ فکر سے ہٹ کر اگر کوئی شخص سوچتا ہے یا بات کرتا ہے تو اسے جذباتی، غیر منطقی اور کم عقل ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ یہ رویہ علم کی دنیا میں اجنبی ہے۔ یہ کوئی جذباتی مطالبہ نہیں کہ او آئی سی کفن اور خوراک نہیں بلکہ اپنے چارٹر کے مطابق فوجی مدد بھیجے۔ یہ ایک منطقی مطالبہ ہے اور او آئی سی کے مینڈیٹ کے عین مطابق ہے۔ یہ مطالبہ انٹرنیشنل لاء کے تحت بھی جائز مطالبہ ہے۔ انٹرنیشنل لاء نے صرف یہ قرار دے رکھا ہے کہ دوسروں کے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ فلسطین کا معاملہ اسرائیل کا داخلی معاملہ نہیں ہے۔ یہ مقبوضہ سرزمین ہے جس پر اسرائیل کا ناجائز قبضہ ہے اور اسرائیل وہاں جنگی جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ نیز یہ کہ یہاں فلسطینیوں کو جنرل اسمبلی کی قرارداد کے مطابق مسلح مزاحمت کا حق حاصل ہے۔ انہیں باہر سے مدد حاصل کرنے کا حق بھی حاصل ہے اور او آئی سی کو بھی یہ حق حاصل ہے وہ ان کی اسی طرح مدد کرے جیسے امریکہ اسرائیل کی یا یوکرین کی مدد کر رہا ہے۔ اس میں کچھ عملی رکاوٹیں ہیں تو ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے، پالیسی کے تحت فی الوقت یہ آپشن اختیار نہیں کرنا تو یہ بھی ایک الگ معاملہ ہے، کسی متبادل آپشن کی طرف جانا ترجیح ہے تو یہ بھی ایک الگ معاملہ ہے لیکن اگر کوئی او آئی سی سے یہ کہتا ہے کہ اپنے چارٹر پر عمل کرو تو یہ منطقی اور جائز مطالبہ ہے۔ یہ کوئی جذباتی یا احمقانہ بات نہیں ہے۔ عوامی سطح پر ایسے مطالبات کی ایک الگ سے بھی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ مطالبات نہ بھی مانے جائیں تو ایک دباؤ بڑھتا ہے۔ مسلم حکومتیں اس دباؤ کو اپنے حق میں بھی استعمال کر سکتی ہیں۔ زمینی حقائق کی پیچیدگیاں اگر اس کی راہ میں حائل ہیں تو یہ ایک الگ معاملہ ہے۔ اس صورت میں بھی معقولیت کی کم از کم سطح یہ ہے کہ، مطالبہ کرنے والے کو جذباتی یا غیر منطقی یا نا معقولیت کا طعنہ نہ دیا جائے بلکہ او آئی سی کی کوتاہیوں کا اعتراف کیا جائے اور ان کے ازالے کا مطالبہ کیا جائے۔

جتنی میری پنشن ہے، اتنی تمھاری تنخواہ نہیں ہوگی

مولوی نذیر احمد کی پینشن پندرہ سو روپے ہر مہینے آیا کرتی تھی۔ اس زمانے میں نوٹوں کا اتنا دستور نہیں تھا۔ چاندی کا روپیہ لیا دیا جاتا تھا۔ جب پینشن کا روپیہ آتا تو مولوی صاحب کے آگے ایک چھوٹی میز پر بیس بیس روپے کی ڈھیریاں لگا دی جاتیں اور وہ ڈھیریاں سنبھال لیتے۔ اگر گھر کا کوئی چھوٹا بچہ کھیلتا ہوا ادھر آ تا تو مولوی صاحب اُسے اٹھا کر روپوؤں کی چبوتری پر بٹھا دیتے اور خوب ہنستے تھے۔ پھر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور وہ کہتے:

"جتنی میری پینشن آتی ہے اتنی ان میں سے کسی کی تنخواہ بھی نہیں آئے گی۔"

اور ان کی یہ پیشین گوئی اب تک تو سچ ثابت ہو رہی ہے۔

(شاہد احمد دہلوی کی کتاب "گنجینہ گوہر" صفحہ:29)

اور کارواں بنتا گیا

عمر فاروق مرکزی ناظم اطلاعات

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان نے رمضان المبارک میں عصری تعلیمی اداروں اور یونٹس سطح پر فہم دین کورس کرانے کی پالیسی جاری کی تھی اور اسی طرح رمضان المبارک میں شہادت ووفات فرمانے والے صحابہ واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خراج تحسین پیش کرنے کے پورے ماہ کو گلشن نبوت کے عنوان سے منانے کا اعلان کیا، جس میں 03 رمضان حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، 10 رمضان حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، 17 رمضان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، 18 رمضان حضرت خالد بن ولید اور 21 رمضان حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی حیات وخدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے سیمینارز، تربیتی نشستوں، دروس قرآن، فلیکسز اور گلشن نبوت کے نام سے لٹریچر شائع کیا گیا۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن شمالی پنجاب

فہم دین کورس

۞ ایم ایس او بہارہ کہو اور ایم ایس او یونٹ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام آباد کے زیر اہتمام فہم دین کورس کا اہتمام کیا گیا جس میں تدریس کے فرائض سابق صوبائی ذمہ دار بلال عباسی نے سرانجام دیے۔

۞ ایم ایس او یونٹ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، یونٹ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، یونٹ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، یونٹ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا راولپنڈی کے زیر اہتمام فہم دین کورسز کا انعقاد کیا گیا جن میں تنظیمی ذمہ داران کے ساتھ ساتھ مذہبی سکالرز نے تعلیمی تربیتی گفتگو کی۔

۞ تین رمضان یوم وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور دس رمضان سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے یوم وفات کی مناسبت سے تربیتی نشستوں کا انعقاد کیا گیا اور سوشل میڈیا کمپین چلائی گئی۔

۞ ایرڈ یونیورسٹی راولپنڈی کے زیر اہتمام فتح مکہ کی مناسبت سے فتح مبین طلبہ سیمینار وافطار پارٹی کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم عمومی برادر ارسلان کیانی اور صوبائی وضلعی ذمہ داران سے شرکت کی۔

۞ اسلامک یونیورسٹی اور وفاقی اردو یونیورسٹی کے زیر اہتمام 17 رمضان یوم وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، غزوہ بدر اور 21 رمضان یوم شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے سیمینار اور افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔

۞ ایم ایس او بہارہ کہو اسلام آباد کے زیر اہتمام 20 رمضان کو شب بیداری کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم عمومی ارسلان کیانی اور دیگر ذمہ داران نے شرکت کی۔

۞ ایم ایس او لاہور کے زیر اہتمام سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تعارفی نشست، سیدنا علی المرتضیٰ سیمینار اور شب بیداری کا انعقاد کیا گیا جن میں صوبائی ذمہ داران وضلعی ذمہ داران نے بطور مہمان شرکت کی۔

۞ تلہ گنگ میں گلشن نبوت سیمینار وافطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں مرکزی ناظم عمومی ارسلان کیانی نے شرکت کی۔

۞ ایم ایس او فیصل آباد کے زیر اہتمام شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔

۞ عید الفطر کی نماز کے بعد فیصل مسجد اسلام آباد میں سیو فلسطین ہیومن چین کا انعقاد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں ذمہ داران، کارکنان اور عوام الناس نے شرکت کی اور ناظم اعلیٰ ایم ایس او پاکستان خصوصی خطاب فرمایا، نیز ٹیم عافیہ مومنٹ کے ذمہ داران وکارکنان بھی شریک تھے۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن جنوبی پنجاب

۞ 06 مارچ جھنگ یونیورسٹی میں استقبال رمضان نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں ضلعی ناظم عمومی نے شرکت کی۔

۞ 24 مارچ کو جھنگ میں شب بیداری کا اہتمام کیا گیا جس میں مرکزی تربیتی امور عبدالرؤف اور معاون اطلاعات پنجاب وسیم الحسن اور ضلعی ذمہ داران نے گفتگو کی۔

۞ عید کی نماز کے بعد سیو غزہ طلبہ چین کا انعقاد کیا گیا۔

۞ چیچہ وطنی رمضان کے آخری عشرہ میں چار مقامات پر **فہم دین کورس** کا اہتمام کیا گیا جس میں ناظم چیچہ وطنی عبدالرحمن بھائی ناظم عمومی امجد عارفی بھائی نے شرکت کی۔ نیز 22 مارچ کو تربیتی نشست کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں وسیم الحسن نے شرکت کی۔

۞ راجن پور اور فاضل پور میں گلشن نبوت کے عنوان سے افطار پارٹی کا انعقاد کیا گیا جس میں ناظم ضلع یاسر عرفات نے شرکت کی۔

۞ بہاولپورسٹی میں اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں مہمان عتیق الرحمن بھائی اور وسیم الحسن بھائی نے شرکت کی۔

۞ میانچنوں میں گلشن نبوت افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں ناظم عمومی عبدالحنان اور ناظم سٹی حمزہ فاروقی نے شرکت کی۔

۞ ملتان 17 رمضان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیمینار و افطار پارٹی گلگشت میں جبکہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں 21 رمضان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیمینار و افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا جن میں مرکزی تربیتی امور عبدالرؤف اور صوبائی رہنما ڈاکٹر عمر اقبال ساقی نے شرکت کی۔

۞ ملتان عیدالفطر کے دن سیو غزہ واک کا اہتمام بھی کیا گیا۔

۞ غازی یونیورسٹی کے زیر اہتمام گلشن نبوت کے عنوان سے افطار پارٹی کا انعقاد کیا گیا جس میں صوبائی رہنما وسیم الحسن شرکت کی۔

۞ ایم ایس او ٹوبہ کے زیر اہتمام شب بیداری سے ناظم عمومی عبدالحنان اور ناظم مالیات عمر فاروق نے شرکت کی۔

اقوال زریں

نرم و گداز بستروں پر سونے والوں کے خواب زمین پر سونے والے لوگوں کے خوابوں زیادہ حسین نہیں ہوتے۔ (حضرت علی)

سب سے مشکل مگر بلند کام تین ہیں۔ 1/تنہائی میں پرہیزگاری۔ 2/جس سے ڈر ہو اس کے منہ پر بات کہنا حق کی۔ 3/تنگ دستی میں سخاوت۔ (حضرت بشر حافی)

دنیا میں عزت تین چیزوں سے ہے۔ 1/کسی سے حاجت نہ چاہو۔ 2/کسی کو برا نہ کہو۔ 3/کسی کے مہمان کے ساتھ مت جاؤ۔ (حضرت بشر حافی)

برے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں سے بدگمانی پیدا کر دیتی ہے جبکہ نیک لوگوں کی صحبت بروں کے لئے بھی نیک گمان پیدا کر دیتی ہے۔ (حضرت بشر حافی)

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن جموں و کشمیر

۞ ضلع سدھنوتی میں محبت اہل بیت سیشن کا انعقاد کیا گیا۔

۞ ضلع باغ میں گلشن نبوت کے عنوان سے افطار ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔

۞ جامعہ کشمیر مظفرآباد میں محبت اہل بیت افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔

۞ ضلع پونچھ میں شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔

۞ عیدالفطر کے دن مظفرآباد اور جہلم ویلی میں سیو فلسطین ہیومن چین کا انعقاد کیا گیا۔

۞ بجیرہ ضلع پونچھ میں محبت اہل بیت افطار ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔

مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشن شمالی کے پی کے

۞ ایم ایس او مانسہرہ کے زیر اہتمام فہم دین کورس کا اہتمام کیا گیا۔

۞ مانسہرہ کے طرف سے گلشن نبوت افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔

۞ ایم ایس او مانسہرہ کے زیر اہتمام سب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔

۞ ایم ایس او ایبٹ آباد کے زیر اہتمام شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔